کی افواج کو ملی ہے ؛

جنرل ونچورا مارچ سنہ ۱۸۴۳ء میں چھٹی پر پنجاب سے چلا گیا اور بریگیڈ کے لاہور پہنچنے پر اجودھیا پرشاد ہی اس کا افسر رہا گو اس کو برائے نام شہزادہ پرتاب سنگھ کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ پہلی لڑائی جو اس بریگیڈ کو پیش آئی مہاراجہ کے ایجنٹ جوالا سنگھ* کے ساتھ تھی۔ اپنے آقا کے بادشاہ ہونے پر اسے اپنی وزارت کی اُمید تھی اور شیر سنگھ نے اس کو یہ عہدہ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا مگر خود دھیان سنگھ کا ارادہ اس عہدے کو خالی کرنے کا نہ تھا۔ مہاراجہ کے دل میں اس نے جوالا سنگھ کی وفاداری کی نسبت شک پیدا کر دیا تھا اور اُدھر جوالا سنگھ سے یہ کہہ کہہ کر کہ مہاراجہ کا دل اس کی طرف سے صاف نہیں اُسے اتنا اکسایا کہ آخر وہ بدنصیب باغی ہو گیا اور ڈیرہ چار یاری کے ۔۔۔۔ ہم بے قاعدہ فوج کے جوان ساتھ لیکر شالا باغ کے قریب ڈیرے ڈال دئے اور مہاراجہ کا لاہور میں داخل ہونے کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ شیر سنگھ کو حکم ہوا کہ اس پر فوج کشی کرے اور اجودھیا پرشاد کو حکم ہوا کہ فوج خاص اور توپخانہ لے کر پہلے ہی چلا جائے۔ مگر اس مضبوط بریگیڈ کی آمد ہی دیکھ کر جوالا سنگھ

* گو کہ جوالا سنگھ شیر سنگھ کی جانب سے کوئی بُرائی نہ رکھتا تھا۔ تاہم اُس نے اُس کے خلاف سازش کی۔ اسے سندھیانوالیوں کی جاگیریں ضبط کرنے کے واسطے بھیجا گیا تھا اور جب وہاں سے وہ مع روسائے سندھیانوالیہ کے واپس آیا تو اُنہوں نے مل کر دھیان سنگھ کو وزارت سے برطرف کرنے کی سازش کی اور لاہو آتے ہوئے رستے میں امرتسر کے متبرک مندر میں گئے جہاں انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ان کا منصوبہ پورا نہ ہو جائیگا وہ اسکی تکمیل کی کوشش کرتے رہینگے۔ دھیان سنگھ کو اس سازش کی خبر ضرور پہنچی ہوگی اور وہ ایسا آدمی تھا کہ اپنے حریف سے بدلہ لینا کبھی نہ بھولتا تھا۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

قلعے کے علاوہ منڈی میں بیشمار چھوٹے چھوٹے قلعے تھے جن کی بابت
بیان کیا جاتا تھا کہ تعداد میں ایکسو تیئیس [۱۲۳] ہیں مگر راجہ اُس بریگیڈ سے
جو اُس کے برخلاف بھیجا گیا ڈر گیا اور اطاعت قبول کر لی جس پر اسے
لاہور جانے کا حکم دیا گیا - منڈی کے قصبے پر قبضہ کر لیا گیا اور بہت
سے قلعے منہدم کر دئے گئے مگر کملا گڑھ کا قلعہ فتح نہ ہوا اور اس وقت
کہ خالصہ فوج نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور
نونہال سنگھ کی موت کی خبریں پہنچیں - ان خبروں سے اہل قلعہ میں کسی
قدر جرأت پیدا ہو گئی لیکن محاصرہ پر سختی سے زور دیا گیا اور آخر کار ۲۹
نومبر کو قلعہ سر ہو گیا - جرنیل کچھ فوج اس میں رکھکر اُن مفسدوں کے فرو
کرنے کے لئے روانہ ہو گیا جو کلو میں برپا ہو گئے تھے - سردار اجیت سنگھ
سندھیانوالیہ جسے منڈی بھیج دیا گیا تھا کملا گڑھ پر قبضہ ہونے سے
پہلے ہی لاہور کی طرف واپس ہو آیا تھا - جرنیل ونچورا شروع جنوری میں
راجہ دھیان سنگھ کے واپس بلانے پر کہ جو شہزادہ شیر سنگھ کو تخت پر بٹھانے
کے لئے اُس کی مدد کا خواہاں تھا لاہور واپس چلا آیا اور بریگیڈ اجودھیا پرشاد
کی ماتحتی میں رہا - کمک لاہور سے کلو کی طرف روانہ کر دی گئی تھی اور جب
یہ وہاں پہنچی تو فوج خاص کو اطلاع ہوئی کہ لاہور کی افواج کو شیر سنگھ
نے چار مہینے کی تنخواہ اور بہت سے انعامات دئے ہیں - فوج خاص
کے لئے صرف دو مہینے کی تنخواہ لائی گئی تھی اس لئے یہاں کے سپاہی
باغی ہو گئے اُن کے کیمپ میں جو خزانہ تھا اُس پر قبضہ کر لیا اور اپنے
کئی افسروں کو مار دیا - اجودھیا پرشاد نے جس کا فوج کے آدمیوں پر بڑا
رعب تھا امن کرا دیا اور وعدہ کیا کہ بریگیڈ کو اتنی ہی رقم دلوا دیگا جو لاہور

سے سندھ کے رستے آرہا تھا - اجودھیا پرشاد اسے ملتان سے تھوڑی دور ورلی طرف ملا اور ۲۰ جولائی کو لاہور پہنچنے تک اُس کے ہمراہ رہا *

مہاراجہ کی وفات کے وقت اجودھیا پرشاد اُس بریگیڈ کے ساتھ تھا جسے پشاور میں دو سال قیام کرنے کے بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ نے لاہور بُلا لیا تھا - ۱۸۳۹ء کے اخیر میں دیوان اجودھیا پرشاد کو سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کے ہمراہ دریائے سندھ کی فوج کے ساتھ جو سرجان کین صاحب کے ماتحت اٹک سے فیروزپور جا رہی تھی جانے کا حکم ہوا یہ فوج ۳۱ دسمبر ۱۸۳۹ء کو منزل مقصود پر پہنچی اور جرنیل مذکور اُس توجہ اور فکرمندی کا معترف ہوا جو دیوان نے اُس کے خوش کرنے میں صرف کی تھی *

اپریل اور مئی ۱۸۴۰ء میں بریگیڈ مذکور جرنیل ونچورا اور اجودھیا پرشاد کے ساتھ کاہن سنگھ بیدی کے خلاف بھیجا گیا جس نے اپنے بھتیجے کو مار دیا تھا قلعہ میلسیاں واقع دوابہ جالندھر پر قبضہ کر لیا تھا اور مقتول کے خاندان کو قید کر لیا تھا - نونہال سنگھ کو ایک بیدی کی بزرگی کا کچھ خیال نہ تھا گو بہت سے آدمی اس بات پر ناراض تھے مگر اُس نے اُس کے قلعۂ وکھنی نام پر چڑھائی کی اور قبضہ کر لیا - مگر آخرکار بیدی کے میلسیاں کا قلعہ اپنے بھتیجے کے خاندان کو واپس دے دینے اور ۲۰۰۰۰ روپیہ بطور جرمانہ سرکار کو ادا کرنے پر یہ قلعہ پھر اسی کو دیدیا گیا *

بعد ازاں اسی سال میں بریگیڈ مذکور رئیس منڈی کے خلاف مہم پر بھیجا گیا اُس نے رنجیت سنگھ کی وفات کے زمانے سے خراج ادا نہیں کیا تھا بالفاظ دیگر کوئی ایسی بات نہ کی تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ اس نے نئے مہاراجہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے - کملا گڑھ کے مضبوط

CSL

بخشی کی حیثیت سے ان کے ماتحت رکھا گیا نیز مہاراجہ اور ان جرنیلوں کے درمیان خط وکتابت بھی اسی کے ذریعے ہونی قرار پائی۔ ایک زمانے میں اسی فوج خاص کو بڑھا کر پانچ پلٹنیں اور تین رسالے کر دئے گئے تھے مگر جرنیل ونچورا کی درخواست پر اسے پھر گھٹا کر چار پلٹنیں اور دو رسالے کر دئے گئے ۔

اجودھیا پرشاد کے باپ کی وفات پر مہاراجہ نے اسے حکم دیا کہ افواج آئین اور توپخانے کا چارج لے مگر چونکہ وہ فرانسیسی جرنیلوں کا بڑا دوست بنا ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے ہی عہدے پر رکھے جانے کی درخواست کی۔ چنانچہ خالی اسامی تیج سنگھ کو دیدی گئی۔ اجودھیا پرشاد نے دیوان کا خطاب حاصل کیا اور اس کے باپ کی جاگیر میں سے موضع نبن سنگھ اس کے نام قائم رکھا گیا۔ یہ فوج خاص میں ہی ملازمت کرتا رہا اور جب جرنیل ونچورا رخصت پر گیا ہوا تھا تو تمام فوج اسی کے ماتحت تھی۔ اس عہدے کا کام اس نے ایسی لیاقت سے کیا کہ جرنیل ونچورا نے اس کی نسبت یہ الفاظ لکھے کہ:۔ "دو مواقع پر جبکہ میں رخصت پر فرانس تھا اجودھیا پرشاد مہاراجہ کی خاص چوکی کا کیدان رہا اور اسکو اپنا نائب مقرر کر کے مجھے پچھتانے کی کوئی وجہ نہیں ملی کیونکہ فرانس سے واپس آنے پر میں نے فوج کو ایسی اچھی حالت میں پایا جس حالت میں کہ وہ میری موجودگی میں رہتی" ۱۸۳۱ء میں اجودھیا پرشاد پنجاب کی سرحد پر لفٹنٹ برنس سے ملنے بھیجا گیا جو گاڑی کے گھوڑوں کی ایک جوڑی ایک سانڈ اور چار گھوڑیاں اور ایک گاڑی جو مہاراجہ کے لئے پادشاہ انگلستان نے بطور تحفہ بھیجے تھے لیکر بمبئی

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

بیوی کی جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا لڑکا آتم ناتھ ۱۸۶۷ء میں لاہور میں لاولد فوت ہو گیا +

اس طرح اپنی ذاتی لیاقت اور خاندانی وجاہت سے جو اس نے لاہور میں حاصل کر لی تھی گنگا رام نے بڑی طاقت پائی اور ۱۸۳۱ء میں گجرات کے نواحی علاقہ کی حکومت اس کے سپرد ہوئی جو وہ دو سال تک کرتا رہا۔ پھر اس کو کریالی علاقہ کے کھبی۔ کالیج پور اور دیگر مواضعات میں جاگیر مل گئی۔ گنگا رام ہی نے پہلے پہل محکمۂ آبکاری کا قاعدہ جاری کیا جس میں بعد ازاں مصر بیلی رام نے بہت سی ترقی دی +

دیوان گنگا رام ۱۸۲۶ء میں فوت ہوا۔ اس کی جگہ ملٹری اکونٹس کے دفتر میں دینا ناتھ مامور ہوا اور مہر بھی اسی کی تحویل میں دے دی گئی۔ اُس کی تربیت دیوان گنگا رام نے نہایت ہوشیاری سے کی تھی چنانچہ وہ اعلےٰ قابلیت کے باعث جلد ہی سیاسی دنیا میں مشہور خاص و عام ہو گیا +

اجودھیا پرشاد (یا اجودھیا ناتھ) کو اُس کے باپ نے ۱۸۱۴ء میں لاہور بُلایا تھا۔ اس کی عمر اُس وقت پندرہ سال کی تھی اس لئے اُسکے باپ نے آتے ہی مہاراجہ کی نوکری نہیں کرنے دی۔ دو سال تک اُس نے مُطالعہ جاری رکھا اور اس کے بعد اپنے آبائی ملک کشمیر میں بھیجا گیا جہاں ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ تنخواہ پر اسے فوج کے دفتر میں جگہ دی گئی۔ اس کے چھ مہینے بعد اُس کو لاہور واپس بُلایا گیا۔ ۱۸۱۹ء میں جرنیل ونچورا اور جرنیل ایلرڈ یورپ سے ایران و خراسان کے رستے پنجاب میں آئے اور مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ یہ فوج خاص میں جو سکھ فوج میں اوّل درجہ کی تھی افسر مقرر کئے گئے۔ اور اجودھیا پرشاد افواج کے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

تواریخ ان کے عہدناموں اور دوسری ریاستوں سے ان کے تعلقات کے متعلق تھی جرنیل صاحب موصوف کو بڑی مدد دی ✤

مارچ ۱۸۱۳ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ سُن کر کہ گنگارام بڑا قابل آدمی ہے اس کو بھائی لال سنگھ اور سردار ہمت سنگھ جلاوالیہ کی سفارش پر لاہور بُلایا۔ گنگارام نے مہاراجہ کی یہ دعوت قبول کی اور مہاراجہ کی نذر کے لئے گنگا جل کا ایک برتن لیکر لاہور پہنچا جہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اور فوجی دفتر کا افسر مقرر کیا جا کر شاہی مہر کا محافظ بنا دیا گیا۔ اسے فوج آئین کا جس محکمہ کا بھوانی داس افسر تھا بخشئ اعلےٰ مقرر کیا گیا اور جلدی ہی مہاراجہ کا جسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس نے حسابات فوجی کے دستور میں بہت سی اصلاحیں کی ہیں منظور نظر ہو گیا۔ گنگارام ہندوستان سے اپنے بیشمار رشتہ دار اور دوست لایا جن کو اس نے دربار میں اعلےٰ مرتبوں پر ممتاز کرا دیا۔ ان میں سے بہت سے آدمی محض معمولی لوگ نہ تھے بلکہ کاروباری اور علمیت والے آدمی تھے مثلاً راجہ دینا ناتھ۔ پنڈت دیا رام جس نے علاقہ رام گڑھیہ اور جھنگ کا بڑی کامیابی کے ساتھ انتظام کیا۔ شنکر ناتھ آنریری مجسٹریٹ لاہور کا باپ پنڈت ہری رام۔ پنڈت گوپی ناتھ پنڈت رام کشن۔ پنڈت گنگا بشن اور پنڈت لچھمن پرشاد ✤

دیوان گنگارام۔ لچھمن پرشاد کا باپ اور بخت مل تینوں آپس میں ہم زلف تھے۔ گنگارام کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا اس لئے اس نے اپنی بیوی کے بھتیجے اجودھیا پرشاد کو متبنٰے کر لیا جو لچھمن پرشاد کا بھائی تھا۔ دینا ناتھ (جو بعد ازاں راجہ بن گیا) بخت مل کا بیٹا تھا اور اس طرح پر اجودھیا پرشاد کا چچازاد بھائی تھا۔ گنگارام نے بعد ازاں دوسری

جانیں بچانی دشوار ہوگئیں۔ دیوان نرندرناتھ کے بزرگوں نے اس لئے کہ ان کی شاہِ وقت سے بنی رہے فارسی پڑھ لی اور اس ذریعے سے احمد شاہ ابدالی کے کشمیر فتح کرنے یعنی ۱۷۵۲ء تک کسی نہ کسی طرح بچتے رہے۔ اس زمانے میں ہندوؤں پر اکثر سختیاں ہوئیں۔ اور ان میں سے بہتوں نے ہندوستان اور پنجاب میں نقل مکان کرلیا۔ ان نقل مکان کنندگان میں نرندرناتھ کے پڑدادا کا باپ پنڈت کشن داس بھی تھا جس نے اچھے فاضل ہونے کی وجہ سے بغیر کسی تکلیف کے شہنشاہانِ دہلی کے ہاں ایک عہدہ حاصل کرلیا جس پر وہ اپنی وفات تک مامور رہا۔

پنڈت کشن داس کا بیٹا گنگا رام جو رام پور نزد بنارس میں پیدا ہوا تھا مہاراجہ گوالیار کی ملازمت میں داخل ہوا اور کرنیل لیبس برکوئین کے ساتھ لگایا گیا جو سندھیا کی ملازمت میں جنرل پیرن کے ماتحت فرانسیسی افسروں میں تھا۔ یہاں اس نوجوان نے اپنی دیانت داری اور لیاقت سے اپنے آپکو ممتاز کیا اور کئی ضروری سیاسی کام اس کے سپرد کئے گئے۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر زمانے کے قریب جب مرہٹوں نے وسطی ہندوستان مالوہ اور دہلی کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا تو گنگا رام کرنیل برکوئین کے ماتحت خراج وصول کرنے اور ماتحت یا دوست ریاستوں سے عہد نامے کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ ستمبر ۱۸۰۳ء میں کرنیل برکوئین کے پت پار گنج واقع دریائے جمنا پر لارڈ لیک سے شکست کھانے کے بعد گنگا رام دہلی چلا گیا اور اگلے دس برس وہیں گزارے پھر جب جرنیل اختر لونی ۱۸۰۹ء میں ریاستہائے این روئے ستلج اور سرکار انگریزی کے باہمی تعلقات کو درست کر رہے تھے گنگا رام نے اپنی اُس واقفیت سے جو اسے ان ریاستوں کی گزشتہ پولیٹیکل

دیوان بہادر دیوان نرندر ناتھ

پنڈت کشن داس

دیوان گنگارام
(وفات سنہ ۱۸۲۶ء)

دیوان اجودھیا پرشاد
(وفات سنہ ۱۸۷۰ء)

دیوان بیج ناتھ
(وفات سنہ ۱۸۷۵ء)

دیوان نرندر ناتھ
(ولادت سنہ ۱۸۶۴ء)

انند کمار
(ولادت سنہ ۱۸۹۴ء)

دیوان نرندر ناتھ کا خاندان ذات کا برہمن ہے اور ابتداءً میں کشمیر سے آیا تھا۔ اس کا دعوے ہے کہ یہ رکھی گوتما کی نسل میں سوامن گوتم نامی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مشہور رشی ۶۲۰ قبل مسیح میں اس علاقہ میں پیدا ہوا تھا جو زیرین گنگا سے سیراب ہوتا ہے۔ مذکورہ خاندان چھبالی بھی کہلاتا ہے جو کشمیر کے اُس علاقے کے نام پر پڑ گیا ہے جس میں ان کی بود و باش تھی *

کشمیر میں مذہب اسلام سنہ ۱۳۲۶ء میں شمس الدین شاہ نے قائم کیا تھا اور قریباً ایک سو سال تک ہندوؤں پر کچھ سختی نہیں کی گئی مگر جب سکندر معروف بہ بُت شکن بادشاہ ہوا تو برہمن پنڈتوں کو اپنا مذہب اور اپنی

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

دیوان بہادر دیوان نرندر ناتھ رئیس لاہور

Diwan Bahadur Diwan Narendra Nath of Lahore.

کے انگریزی دفتر کا افسر رہا اور بعد ازاں تھوڑے عرصے تک راجہ سرمور کا جوڈیشل سکرٹری رہا۔ آج کل وہ لاہور میں اپنا کاروبار کرتا ہے اور مقامی سنگھ سبھا کا پریزیڈنٹ ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی بھائی سیوا سنگھ بھی کچھ عرصے تک کشمیر میں ملازم رہا جہاں وہ ترقی کر کے ڈسٹرکٹ جج ہو گیا تھا پنجاب میں عہدۂ منصفی حاصل کرنے کے لئے اس نے اس عہدے سے استعفےٰ دے دیا اور اپنی وفات سے جو ۱۹۰۷ء میں واقع ہوئی تھوڑا عرصہ پہلے عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کا امیدوار منظور ہو گیا تھا۔ بھائی سیوا سنگھ ایک نوعمر اور ہونہار آدمی تھا۔ چرنجیت سنگھ کا سب سے چھوٹا بیٹا بھائی سندر سنگھ محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر ہے ؞

بھائی کیسر سنگھ ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا۔ اسے بھی سنگھ سبھا۔ انجمنِ پنجاب اور دوسری پبلک سوسائٹیوں سے دلچسپی تھی۔ اس نے دو لڑکے چھوڑے جن کے قبضے میں اب اضلاع لاہور اور امرتسر کی ۶۲۵ روپیہ سالانہ کی مشترک جاگیر ہے۔ بڑا لڑکا بھائی تارا سنگھ اب شرقپور کا تحصیلدار اور نیز ڈویژنل درباری ہے ؞

یہ خاندان ذات کا اروڑا اور گوت کا گوری ہے ؞

میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا اور سنہ ۱۸۸۲ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ ان عہدوں کی خدمات کے صلے میں سنہ ۱۸۹۱ء میں اسے رائے بہادر کا خطاب عطا کیا گیا پھر سنہ ۱۸۹۰ء میں اسے پنجاب یونیورسٹی کا فیلو نامزد کیا گیا۔ بھائی میہاں سنگھ لاہور کے مقتدر رؤسا میں تھا اور شہر بھر میں اس کا رسوخ تھا جس کا وہ ہمیشہ اچھا استعمال کرتا رہا۔ اس کا انتقال سنہ ۱۹۰۹ء میں ہوا اور دو لڑکے چھوڑے جن میں سے بڑا بھائی ہردیال سنگھ اب بندوبست ضلع کرنال میں نائب تحصیلدار ہے اور اسے اپنے باپ کی درباری کرسی دی گئی ہے۔ بھائی میہاں سنگھ کی جاگیر ۱۶۲۵ روپیہ سالانہ مالیت کی تھی اور اس نے رکھ بنگالی ضلع لاہور کی ۱۴۵ ایکڑ سرکاری زمین کم نرخ پر اجارے پر لے رکھی تھی۔ اس کی جائداد اب کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے ؞

میہاں سنگھ کی وفات کے زمانے سے چرنجیت سنگھ کا سب سے بڑا لڑکا بھائی گوردت سنگھ خاندان کا بزرگ اور اپنے باپ کی جگہ پراونشل درباری بنایا گیا ہے۔ یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مڑھی واقع لاہور کا مہتمم اور ایچیسن چیف کالج لاہور اور خالصہ کالج امرتسر کی منتظم کمیٹیوں کا ممبر ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک لاہور کی میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا اور سنہ ۱۹۰۳ء میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے دہلی کے دربار تاجپوشی میں بلایا گیا جہاں اس نے تمغہ حاصل کیا۔ اس کو چونیاں کی نوآبادی میں پانچ مربع زمین بھی عطا کی گئی ہے ؞

چرنجیت سنگھ کا دوسرا لڑکا بھائی دان سنگھ پنجاب یونیورسٹی کا گریجوئیٹ ہے۔ سنہ ۱۸۹۷ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک وہ ریاست کشمیر میں مہاراجہ

بھائی چرنجیت سنگھ چار بیٹے چھوڑ کر ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ یہ انگریزی۔ فارسی۔ سنسکرت اور گورمکھی کا اچھا فاضل تھا اور معاملات تعلیم میں دلچسپی لیتا تھا۔ اُن کوششوں کے صلہ میں جو اس نے تعلیم نسوان کے بارے میں کیں خاص کر استری سکشا سبھا کے قائم کرنے کے لئے اس نے ایک خلعت مع سند حاصل کیا اور ۱۸۷۸ء میں اسے اپنی زبان کی تحقیقات کرنے کے انعام کے طور پر دربار میں ڈاکٹر ٹمپس کے ترجمہ آدھی گرنتھ کی ایک جلد دی گئی۔ ۱۸۷۹ء میں وہ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ اس کی وفات پر اس کی جاگیر جس کی آمدنی ...۴ روپیہ سالانہ تھی ضبط کر لی گئی اور اس کے عوض میں اس کے چار لڑکوں نے ۱۳۳۳ روپیہ سالانہ مالیت کی ایک علے الدوام جاگیر حاصل کی اپنے باپ کی وفات پر یہ چاروں لڑکے نابالغ تھے اس لئے راجہ ہربنس سنگھ کے سپرد کئے گئے ؛

بھائی چرنجیت سنگھ کی وفات پر اس کا چچازاد بھائی نندگوپال خاندان کا سرگردہ ہوا۔ یہ پراونشل درباری تھا اور کچھ عرصہ کے لئے لاہور کی میونسپل کمیٹی کا نامزد ممبر رہا۔ اس نے شہر لاہور کے شاہ عالمی دروازہ کے باہر ایک ٹھاکر دوارہ اور اس سے ملحق ایک عام غسلخانہ جو جوبلی گھاٹ کے نام سے مشہور ہے بنوائے۔ بھائی نندگوپال کا انتقال ۱۸۹۵ء میں ہوا یہ لاولد تھا مگر اس نے اپنی ہمشیرہ کے پوتے منوہر لال کو اپنا متبنےٰ بنا لیا تھا جو اب ڈویژنل درباری ہے ؛

بھائی نندگوپال کی وفات کے بعد ندھان سنگھ کا بیٹا بھائی میہاں سنگھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔ وہ ۱۸۶۶ء سے لیکر اپنی وفات تک لاہور

فوت ہو گیا۔

ندھان سنگھ دربار کا کم گو درباری تھا۔ ۱۶ دسمبر ۱۸۴۶ء کو یہ کونسل آف ریجنسی کا ممبر مقرر کیا گیا اور اس عہدے پر پنجاب کے الحاق تک ممتاز رہا۔ ۱۸۴۸ء میں زمینداران موضع کوٹ پنڈی داس نے جو بھائی خاندان کی جاگیر کا ایک موضع تھا سرکاری فوج کو جبکہ وہ ان کے علاقے میں سے گزر رہی تھی ضروری اشیا مہیا نہ کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گاؤں مذکور ضبط کر لیا گیا مگر بعد ازاں ۸۰۰ روپیہ بطور جرمانہ ادا کرنے پر واپس مل گیا۔ لیکن الحاق کے موقع پر یہ موضع بھائی رام سنگھ کی ذاتی جاگیر کے ساتھ پھر ضبط ہو گیا۔

الحاق کے موقع پر اس خاندان کی جاگیرات ۴۹۰۰۰ روپے مالیت کی تھیں جن میں سے ۲۲۴۴۷ روپے مالیت کی واگزار ہوئیں یعنی ۹۷۲۹ روپیہ کی علے الدوام ہر بھج رائے کے تین لڑکوں کی اولاد کو برابر برابر حصص میں اور ۱۲۷۱۸ روپیہ کی ندھان سنگھ۔ کیسر سنگھ۔ چر نجیت سنگھ اور نند گوپال کی حین حیات کے لئے۔ ۳۰۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر بھی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سکھ گوردوارہ واقع ترن تارن کے اخراجات کے لئے دے رکھی تھی اس خاندان کے اچھے برتاؤ رہنے کی شرط پر واگزار کر دی گئی۔ اس گوردوارہ کا انتظام خاندان کی تینوں شاخوں کے سپرد ہے جو ہر ایک اپنا اپنا سربراہ مقرر کرتی ہے۔ بھائی ندھان سنگھ کا مواجب کونسل یعنی ۶۰۰۰ روپیہ بھی اسکی حین حیات کے لئے جاری رکھا گیا۔ بھائی ندھان سنگھ ۱۸۵۵ء میں فوت ہوا اور اس وقت اس کا چچیرہ بھائی چر نجیت سنگھ خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA GSL

نہیں دیا" راجہ لال سنگھ نے جواب دیا:- "بھائی صاحب میں کیا کر سکتا ہوں سپاہیوں نے مجھے اپنے قابو میں کر رکھا ہے" تاہم راجہ نے جہاں تک اس سے ہو سکتا تھا بھائی کی نصیحت پر عمل درآمد کیا اور ایک بُزدل کی طرح جیسا کہ وہ تھا۔ خطروں کے مواقع پر اپنے سے پہلے دوسرے جرنیلوں کو بھیجتا رہا۔ سبراؤں کی لڑائی کے بعد بھائی رام سنگھ راجہ گلاب سنگھ اور دیوان دینا ناتھ کے ساتھ گورنر جنرل صاحب بہادر سے للیانی کے مقام پر جو لاہور کی سڑک پر واقع ہے ملنے اور اپنے مناسب و مفید شرطیں باندھنے کی کوشش کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

۹ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء کے عہدنامہ کے بعد بھائی رام سنگھ کونسل کا ممبر رہا اور حالانکہ صحت بگڑنے کی وجہ سے وہ باقاعدہ دربار میں حاضر ہونے سے معذور تھا مگر ہر ایک ضروری کام کے کرنے سے پہلے اس کی رائے لے لی جاتی تھی۔ وہ عموماً راجہ لال سنگھ وزیر کی مخالفت کرتا رہا اور ملتان کی گورنری کے جھگڑے میں اس نے مولراج کی طرفداری کی۔ یہ صرف اسی کا مشورہ تھا کہ راجہ لال سنگھ نے سب سرداروں سے اس راضی نامہ پر دستخط کروا دئے جس میں درج تھا کہ موجودہ انتظام سلطنت سے سب خوش ہیں۔ حالانکہ مشہور یہ تھا کہ سرداروں کی زیادہ تعداد اس انتظام کی مخالفت کرتی ہے۔

بھائی رام سنگھ نومبر سنہ ۱۸۴۶ء میں فوت ہوا اور اس کی جگہ کونسل کی ممبری پر اس کا بھتیجا بھائی ندھان سنگھ بھائی کاہن سنگھ کا جو سنہ ۱۸۳۶ء میں فوت ہو گیا تھا بیٹا ممتاز ہوا۔ بھائی گوبند رام رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد پولیٹکس میں بہت دخل نہ دیتا تھا۔ یہ چند سال دائم المریض رہ کر سنہ ۱۸۴۵ء میں

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT

CSL

ایجنٹ گورنر جنرل کو اطلاع بھی دے دی تھی کہ سردار جواہر سنگھ اپنے بچاؤ کے لئے سکھ فوج کو انگریزی علاقے پر حملہ کرنے کے لئے بھڑکا رہا ہے۔

جواہر سنگھ گو کسی طرح بے عقل نہ تھا مگر شرابی اور فاسق و فاجر تھا۔ عام درباروں میں بھی وہ برانڈی پی کے آجایا کرتا تھا اور نشے میں بھائی رام سنگھ کو جس کی تقدیس کے لحاظ سے کسی نے کبھی بھی اسکی ہتک نہ کی تھی مغلظ گالیاں دیا کرتا تھا۔ ۱۲ ستمبر ۱۸۴۵ء میں بھائی نے دربار عام میں بڑی دلیری سے وزیر کی سرکار انگریزی کے ساتھ کارروائیوں کی تردید کی۔ اس نے بیان کیا کہ حکام انگریزی کا برتاؤ ہمیشہ متحمل اور معتدل رہا ہے اور سرکار موصوف کے ساتھ تنازعہ کرنے میں دربار سراسر غلطی پر ہے۔ یہ بات بھی تحقیق شدہ ہے کہ جواہر سنگھ نے اس وقت وعدہ کیا کہ اب وہ اپنی پہلی کارروائی کے خلاف عمل کریگا اور برٹش ایجنٹ کی خدمت میں معذرت لکھ بھیجیگا مگر اُسی رات شہزادہ پشاورا سنگھ کے قتل کی جو اس کے حکم سے کیا گیا تھا خبر آگئی وہ جانتا تھا کہ انگریزوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں ہی اس کی طاقت قائم رہ سکتی ہے۔ بھائی رام سنگھ نے بھی یہ مہلک خبر سُنی اور اُس کی اطلاع فوج کو کر دی اور وزیر کا دشمن فریق ساعت بہ ساعت زور پاتا گیا۔ اس کے بعد وزیر جو سب کی آنکھوں میں خار تھا قتل ہو گیا اور ستلج کی لڑائی شروع ہو گئی۔ اخیر دم تک بھائی رام سنگھ اس وحشیانہ لڑائی کی مخالفت کرتا رہا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس نے راجہ لال سنگھ سے کہا:۔ "خبردار! تم کیا غضب کرتے ہو فوج کے ہمراہ ہریکے کی طرف مت جاؤ۔ انگریز لوگ ہمیشہ دوست اور خیر خواہوں کا سا برتاؤ کرتے رہے ہیں اور اُنہوں نے کبھی خالصہ کے کاموں میں دخل

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

سے کہ مبادا اُس کو پہلا اقتدار پھر حاصل ہو جائے اسے ملتان دیوان ساون مل سے مالیہ کا بقایا وصول کرنے کے بہانے بھیجنے کی کوشش کی بھائی نے اس منصوبے کا سخت مقابلہ کیا۔ اُس کی مرضی نہ تھی کہ دربار سے علیحدہ کیا جائے۔ ساون مل اُس کا دوست تھا اور اس کی مذہبی ترکیب ایسی تھی کہ وہ اُس کام کو نہ کرسکتا تھا جس پر وزیر اُس کو مامور کرنا چاہتا تھا۔

دونوں بھائی رام سنگھ اور اُس کا بھائی بھائی گوبند رام بالکل ناراض تھے۔ گو اُن کی عزت ہوتی تھی مگر اُن کو اختیار کچھ نہ تھا اور ان کے سامنے ان کا دشمن بھائی گورمکھ سنگھ متمول اور مقتدر تھا لیکن آخرکار ان کی بھی باری آئی۔ شیر سنگھ اور اُس کا وزیر سندھیانوالیوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور بھائی گورمکھ سنگھ جو ہمیشہ راجہ دھیان سنگھ کا مخالف رہا تھا قید ہو کر قتل کیا گیا۔

راجہ ہیرا سنگھ کی وفات کے بعد بھائی رام سنگھ نے فوج میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ یہ فقیر عزیزالدین کے ساتھ اُس پالیسی میں جو وہ انگریزوں کے ساتھ برتتا تھا ہمیشہ متفق تھا۔ لاہور میں صرف یہی دو آدمی تھے جو سمجھتے تھے کہ ۱۸۰۹ء کے عہدنامے کی رو سے سکھوں کی سلطنت کے ساتھ انگریزوں کی سلطنت کے کیا تعلقات ہو گئے ہیں اور ان کی انتہائی خواہش تھی کہ انگریزوں کی سلطنت سے امن و دوستی رکھیں۔ اسی وجہ سے مارچ ۱۸۴۵ء میں بھائی نے راجہ گلاب سنگھ جموں والے کے وزارت کے مستحق ہونے کی بڑے زور سے تائید کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہی ایک آدمی ہے جو فوج کو قابو میں رکھتا ہے اور جس کے وسیع ذرائع ریاست کو دیوالیہ ہو جانے سے بچا سکتے ہیں۔ سرکار انگریزی کے بارے میں بھائی کے ارادے نیک تھے اور شروع مئی ۱۸۴۵ء میں اس نے میجر براڈفٹ

خدمات کریں اور اپنی فوجوں کو درست رکھیں اور یہ بات اُن کے لئے جو رنجیت سنگھ کی زندگی کے اخیر سالوں میں جو چاہتے تھے کرتے تھے اور کسی بات کے ذمہ وار نہ تھے نہایت ناگوار تھی ۔

جب نونہال سنگھ ۵ نومبر سنہ ۱۸۴۰ء کو فوت ہوگیا اور اس کی ماں مائی چاند کور نے گدی کا دعوےٰ کیا تو بھائی رام سنگھ نے مقدور بھر اس کی امداد کی۔ بھائی کے بڑے مخالف اور دشمن بھائی گورمکھ سنگھ نے اتنے ہی زور سے کنور شیر سنگھ کی جانبداری کی جتنی بھائی رام سنگھ نے مائی مذکور کی کی تھی نگران دونوں کے جوش میں ان کا کوئی دوست نہ تھا اور راجہ دھیان سنگھ بھائی رام سنگھ۔ بھائی گورمکھ سنگھ۔ دیوان ساون مل۔ عطر سنگھ سندھیانوالیہ اور فرانسیسی جرنیلوں کے سوا کسی کو بھی یہ پرواہ نہ تھی کہ کنور شیر سنگھ یا مائی چاند کور دونوں میں سے کون گدی نشین ہو۔ بھائی رام سنگھ دونوں فریقوں میں لڑائی کو کچھ زیادہ ناپسند نہ کرتا تھا وہ دور اندیشی سے جانتا تھا کہ راجہ دھیان سنگھ کی امداد کے بغیر مائی کا مقابلے میں کھڑا ہونا ممکن نہیں اور مائی کے حامیوں کی نالائقی کا اس کو ایسا یقین تھا کہ معلوم ہوتا ہے شیر سنگھ کی فتحیابی سے اُس کو زیادہ افسوس نہیں ہوا ۔

باوجود اس کے کہ بھائی رام سنگھ نے اُس کی مخالفت میں حصہ لیا تھا شیر سنگھ نے گدی نشین ہوکر اس کے ساتھ عزت سے برتاؤ کیا۔ ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۴۱ء کو شیر سنگھ کی تخت نشینی کے وقت بھائی کو کرسی دی گئی اس عزت میں اس کے شریک صرف اس کا بھائی گوبند رام۔ بھائی گورمکھ سنگھ باوا بکرام سنگھ۔ باوا کاہن سنگھ اور شہزادہ پرتاب سنگھ تھے۔ نئے مہاراجہ نے رام سنگھ سے مشورے لینے شروع کئے اور راجہ دھیان سنگھ نے اس خوف

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

منا واں اور سنہ ۱۸۰۵ء میں لاہور کے قرب وجوار میں ۵،۰۴۰ روپے مالیت کی جائداد حاصل کی۔ تین سال بعد اُسے سُندرگڑھ اور رکھا عطا کئے گئے اور سنہ ۱۸۲۴ء میں مرنے کے وقت اُس کے قبضے میں اضلاع امرتسر اور لاہور کی ۹،۰۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیرات تھیں۔ یہ تمام جاگیرات علی الدوام تھیں اور ابھی تک خاندان کے قبضے میں ہیں ۔

بھائی ہربیج رائے اور اُس کے بھائی سکھ نہیں ہوئے تھے اور جب کاہن سنگھ نے پوہل لی تو اُس کا باپ بہت ناراض ہوا۔ رام سنگھ بھی اپنے بال بڑھا کر سکھ بن گیا تھا گو اس نے کبھی پوہل نہیں لی اور نہ ہی سچا سکھ بنا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی استدعا پر بھائی رام سنگھ سنہ ۱۸۰۶ء میں دربار میں حاضر ہوا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہی راجہ پر خوب قابو پالیا۔ مشکل اوقات میں ہمیشہ اس کی رائے پوچھی جاتی تھی اور لڑائی کے موقع پر بھائی کا خیمہ مہاراجہ کے خیمے کے ساتھ گاڑا جاتا تھا۔ رنجیت سنگھ کی زندگی کے اخیر سالوں میں بھائی رام سنگھ کے اقتدار کو روزافزوں ترقی ہوتی رہی اور جب مہاراجہ فوت ہوا تو نونہال سنگھ نے جس نے بھائی کے ہاتھ سے پوہل لی تھی اس کا اقتدار اور بھی بڑھا دیا کیونکہ نونہال سنگھ خود جزوی کاروبار کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے وزیر سردار چیت سنگھ کو قتل کرنے کی سازش میں راجہ گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ کے ساتھ بھائی رام سنگھ بھی سرغنۂ سازش تھا اور اسی کے گھر میں وزیر مذکور کے قتل کے لئے محل شاہی کی طرف جانے سے پہلے سازشی جمع ہوئے تھے۔ رؤسا نہ تو نونہال سنگھ کو پسند کرتے تھے اور نہ بھائی کو کیونکہ اوّل الذکر نے تمام سرداروں اور جاگیرداروں کو مجبور کیا تھا کہ وہ

اس کے پاس ایک کیسہ اس طرح کا تھا کہ خود بخود بھر جاتا تھا اور اُس کا خالی ہونا ناممکن تھا مگر اُن قصوں* سے قطع نظر کر کے جو بھائی کی نسبت مشہور تھے لاہور میں بلاشبہ اس کا بڑا رسوخ تھا اور غالباً دوسرے ممالک کے مذہبی اشخاص کی طرح بھائی بھی اپنی مذہبی شہرت کی ترقی کے واسطے علوم طبعیات سے اپنی واقفیت کو کام میں لاتا تھا۔ بستی رام کا بڑا بھائی بھائی امولک رام بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ بھائی سہائی رام بڑی عمر کا ہوا مگر وہ ایک گوشہ نشین آدمی تھا اور اس کا لگاؤ صرف مذہب ہی کی طرف ہونے کی وجہ سے اس نے شادی نہیں کی۔ اس کا انتقال سنہ۱۸۹۳ء میں ہوا۔

اپنے باپ بستی رام کی عین حیات میں بھائی ہربھج رائے دربار میں آیا کرتا تھا جہاں مہاراجہ اُس کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آتا تھا۔ اس نے بھی اپنے باپ کی طرح علم طب کا مطالعہ کیا تھا اور بڑا ہنرمند حکیم مشہور تھا۔ بستی رام نے کبھی کوئی جاگیر یعنی منظور نہیں کی مگر ہربھج ایسا محتاط نہ تھا اس نے سنہ۱۸۴۰ء میں ۴۰۰ روپیہ کی مالیت کا موضع

---

* بھائی بستی رام شہر کی شہر پناہ سے باہر ثمن برج کے نیچے رہا کرتا تھا۔ دریائے راوی کی ایک بڑی شاخ اُس زمانہ میں شہر پناہ کے نیچے بہا کرتی تھی اور ہر سال اُس وقت تک شہر کا بہت نقصان کرتی رہی حتےٰ کہ بھائی مذکور نے دریا کے روکنے کا ارادہ کر کے اپنا ڈیرہ شہر پناہ کے متصل باہر کی طرف بنا لیا۔ اُس دن سے دریا کے پانی نے شہر پر حملہ نہیں کیا اور نہ ہی بھائی کے ڈیرے کے پاس سے ہو کر گزرا۔ جب یہ فوت ہوا تو اس کی مڑھی سفید سنگ مرمر سے اسی ڈیرے کے مقام پر بنائی گئی۔ دریا ابھی تک اس مقام کی عزت کرتا ہے۔ مگر شہر کے بچاؤ کا سبب اُس گہرے گڑھے کے علاوہ جس میں زائد پانی منتقل ہو جاتا ہے دریا کے بہاؤ کا رُخ بدل جانا بھی قرار پا سکتا ہے۔

اور اُس وقت سے جب سے کہ سکھ لوگ قوم بن گئے اُن کے مشوروں میں فقیروں - بابوں اور بھائیوں کی بہت مانی جاتی تھی - اسی قسم کے دربار لاہور کے مقتدر مذہبی خاندانوں میں سے بھائی گوروت سنگھ کا خاندان بھی تھا ؛

اس خاندان میں پہلا شخص جس نے بھائی کا خطاب حاصل کیا سری گورو گوبند سنگھ جی کا ایک چیلا مسمی بلاقا سنگھ تھا - جب گورو مذکور سنہ ۱۷۰۸ء میں ابچالہ نگر واقع دکھن کی طرف چلے گئے تو اُنھوں نے بلاقا سنگھ سے کہا کہ تو لاہور چلا جا جہاں تیری شادی ہو جائیگی - بلاقا سنگھ کی عمر اُس وقت پچاس سال سے زیادہ تھی اور یہ اپنے آپ کو شادی کے قابل نہ سمجھتا تھا مگر اس نے گورو جی کے حُکم کی تعمیل کی - اور لاہور میں ایک سکھ نے یہ کہہ کر اپنی لڑکی شادی کرنے کے لئے بلاقا سنگھ کی خدمت میں پیش کی کہ گورو جی نے اُسے خواب میں ایسا ہی کرنے کی ہدایت کی ہے - بلاقا سنگھ انکار نہیں کر سکتا تھا اور اس نے اُس عورت سے شادی کر لی جس کے بطن سے تین لڑکے امولک رام - سہائی رام اور بستی رام ہوئے ؛

بستی رام سنہ ۱۷۰۸ء میں پیدا ہوا اس نے اوائل عمر ہی سے اپنے آپ کو علم طب کے مطالعہ کے لئے وقف کر دیا - اور جلدی ہی کچھ طبی قابلیت اور کچھ اپنی پاک بازی کی وجہ سے مشہور ہو گیا - بھنگی رؤسا جو اٹھارھویں صدی کے پچھلے حصے میں لاہور پر قابض تھے اس سے بہت مشورے لیا کرتے تھے اور رنجیت سنگھ بھی جس نے بھائی کی وفات کے تین سال پہلے یعنی سنہ ۱۸۰۲ء میں شہر فتح کیا تھا اس کی بڑی عزّت کرتا تھا - مشہور تھا کہ اس کی پیشین گوئیاں ہمیشہ پوری اور دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
ضلع لاہور
CSL

بھائی گوردت سنگھ

بھائی بُلاقا سنگھ

بھائی امولک رام | بھائی سہائی رام (وفات ۱۷۹۳ء) | بھائی بستی رام (وفات ۱۸۰۲ء)

بھائی ہربھج رائے (وفات ۱۸۲۴ء) | بھائی ہرنام صاحب

بھائی کاہن سنگھ (وفات ۱۸۳۶ء) | بھائی رام سنگھ (وفات ۱۸۲۶ء) | بھائی گوبند رام (وفات ۱۸۴۵ء)

بھائی ندھان سنگھ وفات ۱۸۵۶ء | گنڈا سنگھ (متوفی) | بھائی کیسر سنگھ (وفات [illegible]) | بھائی چرنجیت سنگھ (وفات ۱۸۸۱ء) | بھائی نند گوپال (وفات ۱۸۹۵ء) | بھائی ہرگوپال (وفات ۱۹۲۹ء)

بھائی گوردت سنگھ (ولادت ۱۸۶۷ء) | بھائی وان سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء) | بھائی سیوا سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء) | بھائی سندر سنگھ (ولادت ۱۸۷۵ء) | بھائی منوہر لال متبنّی (ولادت ۱۸۸۳ء)

بھائی ہرنرائن سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء) | پردومن سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء) | راجندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء) | گوربیر سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء) | دختر (ولادت ۱۸۹۹ء) | اننت سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء) | اندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

رائے بہادر بھائی میہاں سنگھ (وفات ۱۹۰۰ء) | بھائی تارا سنگھ (ولادت ۱۸۵۵ء) | بھائی پرتاب سنگھ (ولادت ۱۸۵۶ء) | امولک سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) | برج موہن لال (ولادت ۱۸۹۶ء)

بھائی ہردیال سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء) | گیان سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء) | ارجن سنگھ (ولادت ۱۸۷۵ء) | بھگونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۴ء)

امریک سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) | سرندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) | ہربنس سنگھ (ولادت ۱۸۷۶ء) | ہری سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء) | مہندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) | دیدار سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

رندھیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء) | امر سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء) | ایک لڑکا (ولادت ۱۹۰۶ء)

سکھوں کے نظم و نسق میں مذہب اور سلطنت کے درمیان قریبی اتحاد ہے

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

بھائی منوہر لال رئیس لاہور

Bhai Manohar Lal of Lahore.

304
MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

دیوان رام ناتھ کا چھوٹا بھائی پنڈت مان ناتھ سنہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوا۔ یہ پنجاب یونیورسٹی کا گریجوایٹ ہوا اور کچھ عرصہ تک اپنے رشتہ دار دیوان جانکی ناتھ سابق گورنر کشمیر کا پرائیویٹ سکرٹری رہا اور اخیر میں جموں کا چیف جج ہوگیا۔ اس کا انتقال سنہ ۱۸۹۴ء میں ہوا۔ گورنمنٹ نے اس کے بڑے بیٹے سومناتھ کو اپنے نام سے پہلے خطاب دیوان لگانے کی اجازت دی ہے۔ یہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اور اس کا چھوٹا بھائی گیان ناتھ اسی عہدے کا منظور شدہ اُمیدوار ہے ؀

سے تبادلہ کر دیا گیا۔ دیوان رام ناتھ ۱۸۶۳ء سے ۱۸۹۲ء تک یعنی جب سال وہ ملازمت سے علیحدہ ہوا بڑے مقتدر عہدوں پر مامور رہ کر پنجاب گورنمنٹ کی خدمت کرتا رہا۔ ۱۸۶۹ء میں اسے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اور ۱۸۸۰ء میں اکسٹرا جوڈیشل اسسٹنٹ اور ۱۸۸۴ء میں ری آرگنی زیشن جوڈیشل سکیم کے رائج ہونے پر سر چارلس ایچیسن نے اسے پنجاب کمیشن کے اعلےٰ عہدے یعنی ڈسٹرکٹ ججی کے لئے منتخب کیا اور ملازمت چھوڑنے تک یہ اسی عہدے پر مامور رہا۔ اس کا نام پراونشل درباریوں کی فہرست میں اپنے باپ کی جگہ پر درج کیا گیا اور یہ پنجاب یونیورسٹی کا فیلو تھا۔ ۱۸۹۶ء میں اسکی ذاتی دانائی اور ڈسٹرکٹ جج کے عہدے کی خدمات کے صلے میں دیوان بہادر کا خطاب دیا گیا جو اس کے موروثی خطاب دیوان کے علاوہ تھا۔

اس کو اپنی تنخواہ اور خاندانی وظیفوں کی قریباً ۱۶۰۰۰ روپیہ سالانہ کی آمدنی تھی۔ ۱۸۵۵ء میں اس نے متوفی پنڈت کدار ناتھ ساکن دہلی کی لڑکی سے شادی کی جو ایک زمانے میں اجنالہ ضلع امرتسر میں تحصیلدار تھا۔ دیوان رام ناتھ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا اور اس کا خطاب دیوان - ۴۰۰۰ روپیہ کی جاگیر اور جائداد اس کے بیٹے دیوان کیلاس ناتھ کو ملی جو جنونی طبیعت ہونے کی وجہ سے خاندان کا برائے نام بزرگ ہے -

دیوان رام ناتھ کی وفات سے لیکر تا حال درباری کُرسی کسی کو نہیں دی گئی امرناتھ کی تمام جائداد پر دیوان کیلاس ناتھ اور اُسکے چچیرے بھائیوں دیوان سومناتھ اور پنڈت گیان ناتھ کی طرف سے اب کورٹ آف وارڈز کا انتظام ہے۔

اور پولیس کو جمع کر کے ان پر بڑے زور کا حملہ کیا اور اُن میں سے قریباً ایکسو پچاس آدمی مار دئے - اس کے تھوڑے عرصے بعد صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر مع سردار جودھ سنگھ کے موقع پر پہنچ گئے اور باقی ماندہ باغیوں کو جو دریا کے ایک جزیرے کی طرف ہٹ گئے تھے پکڑ کر تہ تیغ کر دیا - یہ بڑی بہادری کا کام تھا جس نے ملک کو ایک سخت خطرے سے بچا پایا - پران ناتھ ۱۸۶۱ء میں فوت ہوا اور دو لڑکے جانکی ناتھ اور ارجن ناتھ چھوڑے جن کی تربیت اُن کے چچا نے جموں میں کی اور جو اب دونوں دربار کشمیر کی ملازمت میں ہیں*

راجہ دینا ناتھ نے اپنے خرچ سے ایک شوالہ شہر لاہور کی کوتوالی کے پاس بنایا اور اس کے مصارف کے واسطے پانچسو روپیہ کی ایک جاگیر دے دی جو اب تک علے الدوام چلی آتی ہے - اس نے ایک اَور شوالہ وزیر خاں کی مسجد کے پاس بھی بنوایا ہے - نیز بہت سی لاگت لگا کر ضلع کانگڑہ کی اجینت بھوانی دیوی کے مندر کے پاس ایک بڑا تالاب بنوایا اور ایک اَور تالاب دیوی پورہ نزد شالامار میں بنوایا جس کے ساتھ مہنتوں اور مسافروں کے قیام کے واسطے ایک عمارت بھی تعمیر کرائی اُس نے اپنے گورو منسا رام رازدان کا جو ایک بڑا ہندو مہنت تھا جس کی کشمیری بہت عزت کرتے تھے اور جس کو مرے قریباً ساٹھ سال ہو گئے استھان از سر نو تعمیر کرایا اور دو مواضعات کوٹلہ اور چوہانل ۲۲۰۰ روپیہ کی مالیت کے دوامی طور پر اس کے لئے وقف کر دئے*

دیوان امر ناتھ ۱۸۶۷ء میں دو لڑکے دیوان رام ناتھ اور پنڈت مان ناتھ چھوڑ کر فوت ہوا ان کے باپ کی ۴۰۰۰ روپیہ کی پوری پنشن دیوان رام ناتھ کے نام جاری رکھی گئی مگر آخر الذکر کی وفات پر اسکا جاگیر

CSL

نے اس کی جائداد کا حصہ لینے سے قطعی انکار کر دیا چنانچہ یہ ساری کی ساری چھوٹے بیٹے نرنجن ناتھ کو مل گئی۔ راجہ نے ایک وصیت بھی کی تھی جس میں اپنی تمام ذاتی جائداد اپنے چہیتے بیٹے نرنجن ناتھ کے نام کر دی تھی +

امرناتھ بڑا قابل آدمی تھا۔ وہ شاید پنجاب بھر میں سب سے زیادہ مستند شاعر گزرا ہے۔ اس کے بعض اشعار نہایت عمدہ ہیں۔ ۱۸۵۸ء میں اس نے رنجیت سنگھ کے عہد کی ایک تاریخ شائع کی۔ یہ کتاب گو اہل فرنگ کے مذاق کے مطابق نہیں لیکن بے شبہ پنجاب کی ضبطی کے زمانے سے جو کتابیں دیسی مصنفوں نے لکھی ہیں اُن میں سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل قدر ہے +

راجہ کا بھائی دیوان کدار ناتھ کئی سال تک سلطنت لاہور کا ملازم رہا اس نے دیوان کا خطاب مہاراجہ دلیپ سنگھ سے حاصل کیا اور الحاق کے موقع پر ۶۰۰۰ روپیہ کی پنشن حین حیات لی۔ یہ دو بیٹے چھوڑ کر ۱۸۵۹ء میں فوت ہوا جن میں سے بڑا بدری ناتھ مہاراجہ جموں کی ملازمت میں کونسل کا ممبر ہو گیا اور ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا + دوسرا لڑکا پران ناتھ سوریاں کا تحصیلدار تھا اور جب عملہ تحصیل اُٹھا کر اجنالہ لے جایا گیا تو یہ بھی وہاں تبدیل ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ اجنالے تھا اور ۳۱ جولائی کو جب نمبر ۲۶ دیسی پلٹن کے قریباً پانچسو بے ہتھیار سپاہی جنہوں نے ایک دن پہلے لاہور میں باغی ہو کر چار خون کئے تھے راوی کے داہنے کنارے پر بال گھاٹ کے قریب پہنچے اور دریا پار جانے پر تیار ہوئے۔ تو پران ناتھ نے دیہاتیوں

فہمائش بھی سردار چھنڈا سنگھ کی طرح کارگر نہ ہوئی کیونکہ چتر سنگھ نے فوج خالصہ کی حمایت کے بھروسے پر ارادہ کرلیا تھا کہ ایک دفعہ اور جنگ کرکے قسمت آزمائی کرے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو کہتے تھے کہ راجہ دینا ناتھ دل سے دغاباز ہے اور اس نے خود اس فساد کی ترغیب دی ہے اور یہ کہ اگر وہ صاحب ثروت نہ ہوتا اور اُسکے مکانات اور باغات لاہور میں جہاں آسانی سے ضبط ہوسکتے تھے نہ ہوتے تو یہ بلاتامل مفسدوں کے ساتھ شامل ہوجاتا۔ مگر یہ کہانیاں شاید اُس کے دشمنوں نے اختراع کی تھیں۔ سچ یہ ہے کہ جب وہ لاہور واپس بلایا گیا تو اس نے مفسدوں کی جائداد کی ضبطی اور اُنکی تجاویز کو توڑنے میں نہایت سرگرمی سے کام کرکے حکام کی خواہش کی تعمیل کی ۔

پنجاب کے الحاق کے بعد راجہ دینا ناتھ کو اس کی ساری جاگیرات پر جو ۴۶۴۶۰ روپیہ سالانہ آمدنی کی تھیں مستقل قبضہ دیا گیا یہ اسکی وفات یعنی ۱۸۵۷ء تک اس کے قبضے میں رہیں۔ اس کے بڑے بیٹے امرناتھ نے اس کی حین حیات میں ۱۲۰۰ روپیہ کی ایک نقد پنشن حاصل کی۔ راجہ کی وفات پر یہ پنشن بڑھاکر ۴۰۰۰ روپیہ کردی گئی مگر امرناتھ کی وفات پر اُس کی پنشن ضبط کرلی گئی اور اُس کے بیٹے کو ۴۰۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر دی گئی جو خلعت اکبری کے قواعد کے مطابق نسلاً بعد نسل پہنچنی تھی۔ امرناتھ کا اپنے باپ کے ساتھ جس نے ستلج کی لڑائی کے دوران میں بے قاعدہ فوج کی بخشی گری سے اُسے علیحدہ کرادیا تھا سلوک نہ تھا۔ راجہ کی وفات کے بعد امرناتھ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

نیز پنجاب کے الحاق کے بعد مال اور جاگیر کے معاملات میں بھی دیوان
کی امداد تقریباً مذکورہ خدمت سے کم بیش بہا نہ تھی۔ اس زمانے میں
دیوان دینا ناتھ سے لوگ خوش نہ تھے۔ پچھلی وزارتوں کے عہد میں جو
فضول خرچیاں ہو چکی تھیں اُن کے سبب سے اخراجات میں تخفیف کرنی لازمی
تھی لیکن سکھ سرداروں اور فوج کو یہ تخفیف بہت ناگوار تھی اور دیوان
دینا ناتھ اور سردار تیج سنگھ کو بھی اس ناخوشی کا پورا حصہ ملا۔ نومبر ۱۸۴۷ء
میں دیوان کی ترقی کر کے اسے راجہ کلانور بنا دیا گیا اور اس موقع پر
اسے یہ اعزازی خطاب ملا:۔ امارت و ایالت دستگاہ۔ خیر اندیشِ
دولتِ عالیہ۔ دیانت دار۔ مشیر خاص۔ مدار المہام + اسی وقت اسے
علاقہ کلانور سے ۲۰۰۰۰ روپیہ کی جاگیر دی گئی۔ اپریل ۱۸۴۸ء میں دیوان
مولراج ناظم ملتان باغی ہو گیا۔ ستمبر ۱۸۴۶ء میں دربار نے دیوان دینا ناتھ
کو مولراج کے لاہور لانے کے لئے بھیجا اور زیادہ تر اُسی کے ذریعے
سے ناظم مذکور کے ساتھ خاطر خواہ قرارداد عمل میں آگئی اگرچہ ناظم مذکور وزرا
سے اور خاص کر راجہ دینا ناتھ سے شروع ۱۸۴۸ء تک شرائط تعہد کے بدلنے
کے واسطے برابر سازش کرتا رہا۔ لاہور میں جب پہلے پہل ملتان کے فساد
کی خبر پہنچی تو دربار کی طرف سے راجہ دینا ناتھ اور سردار عطر سنگھ کالیانوالہ
کو جو بے قاعدہ فوج کا افسر تھا ملتان جانے کا حکم ملا مگر فوراً بعد ہی دیوان
کو واپس بُلا لیا گیا۔ جب سردار چتر سنگھ اٹاری والے نے دغابازی کی اور
سردار جھنڈا سنگھ بٹالیہ جو اُس کی فہمائش کے واسطے بھیجا گیا تھا اپنے
مشن میں کامیاب نہ ہوا تو صاحب رزیڈنٹ نے سردار مذکور کو سمجھانے
کے لئے کوشش کرنے کی غرض سے راجہ دینا ناتھ کو بھیجا مگر اس کی

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

زمانۂ سابق میں رنجیت سنگھ نے اہل قلعہ کو حکم دے رکھا تھا کہ قلعہ کے دروازے باستثنائے راجہ دینا ناتھ فقیر عزیز الدین یا مصر بیلی رام کسی کے واسطے نہ کھولیں مگر اس موقع پر دیوان کا رعب وداب یا اس کو استعمال کرنے کی خواہش زیادہ مضبوط نہ تھی اور اس لیئے اس کے وہاں پہنچنے کے پندرہ روز بعد تک قلعہ خالی نہیں کیا گیا - مگر دیوان دینا ناتھ کی ترغیب کی نسبت شاید محاصرے کی اُن بھاری توپوں نے زیادہ کام دیا جو اس موقع کے لئے دوسرے مقامات سے منگائی گئی تھیں +

دسمبر ۱۸۴۶ء میں جب راجہ لال سنگھ وزیر پر دغابازی کا مقدمہ ہوا تو دیوان دینا ناتھ نے دربار کی جانب سے مامور ہوکر باوجودیکہ وزیر کے جُرم کا ثبوت نہایت قوی تھا اس کی طرف سے بڑی ہوشیاری اور جُرات سے جوابدہی کی تاہم وزیر مذکور معزول کر دیا گیا اور اُس کے بعد اختیاراتِ انتظام سلطنت عارضی طور پر سردار تیج سنگھ - سردار شیر سنگھ - فقیر نور الدین اور دیوان دینا ناتھ کے سپرد ہوئے اور تھوڑے عرصے کے بعد چار اَور مقتدر رؤسا اس جماعت میں شامل کئے جاکر گورنر جنرل کے حکم سے ایک کونسل آف ریجنسی مقرر ہوئی - اس کونسل کا سب سے قابل ممبر بلاشبہ دیوان دینا ناتھ تھا اور اگرچہ محکمۂ مال کا افسر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے اسے لوگوں کے روپے سے خود مالدار ہوجانے کے بہت موقع تھے - نیز ہر طرح سے یقین ہے کہ ان مواقع سے اس نے فائدہ بھی اُٹھایا مگر حقیقت میں اس نے بمقابلہ دوسروں کے زیادہ بے غرضی سے کام کیا اور صاحب رزیڈنٹ لاہور کی بہت خدمت کی - بغیر اسکی روشن دماغی اور کارگزاری کی عادات کے شاید دربار کے حساب کا سمجھانا ناممکن ہوجاتا

رہیگی چنانچہ اپنے ہم خیال راجہ لال سنگھ اور مہارانی کے ساتھ ہوکر جو اپنے بھائی کی موت کا انتقام لینے کی مشتاق تھی اس نے فوج میں انگریزوں کے ساتھ لڑنے کی خواہش پیدا کی جس سے سازش کنندگان کو اُمید تھی کہ یہ کبھی واپس نہ آئیگی - سپاہیوں کی طبیعتوں کو بھڑکانے کی غرض سے بڑی کوشش کے ساتھ افواہیں اڑائی گئیں - مشہور کیا گیا کہ جو بدنظمی پنجاب میں ہو رہی ہے اس سے انگریز یہ فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں کہ ملک پر چھا جائیں - اور یہ کہ لال کُرتیوں کی پلٹن پر پلٹن بنگال سے آ رہی ہے بلکہ بعض پلٹنیں اس وقت ستلج عبور کرنے کی تیاری کر رہی ہیں الغرض جب اس طرح سپاہیوں کے دل مشتعل ہو گئے تو نومبر کے شروع میں ۱۸۴۵ء میں ایک بڑی کونسل ہوئی اور وہاں دیوان نے ایسی فصیح معنی خیز اور پرجوش تقریر کی کہ تمام حاضرین نے متفقہ طور پہ اعلان جنگ چاہا - پھر اس لڑائی کا جو مآل ہوا سب کو معلوم ہے - اس کے بعد راجہ دینا ناتھ نے ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کو اُس عہدنامے پر دستخط کئے جس کی رو سے پنجاب کا عمدہ ترین علاقہ سرکار انگریزی کے حوالے کیا گیا - اگرچہ انگریزوں کے لاہور میں رہنے کی نسبت دیوان دینا ناتھ کی نیت سب پر روشن تھی مگر وہ ایسا عقلمند نہ تھا کہ علانیہ کچھ ناخوشی ظاہر کرتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی خواہش یہ تھی کہ جب تک سلطنت لاہور بلا امداد غیرے قائم رہ سکنے کی طاقت حاصل نہ کر لے انگریز یہیں رہیں - جب مئی ۱۸۴۶ء میں قلعہ کانگڑہ کی سپاہ نے انگریزوں کا مقابلہ کیا اور صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بذاتِ خود قلعہ مذکور کے قبضہ کرنے کے اہتمام کے واسطے گئے تو دینا ناتھ کو حکم ہوا کہ وہ بھی اُنکے پیچھے جاے اور اگر ممکن ہو تو اہل قلعہ کو سمجھاے کہ وہ عقل سے کام لیں -

اور دینا ناتھ کو کیمپ میں قید کر رکھا۔ یہاں یہ ۲۲ تاریخ تک یعنی جواہر سنگھ کے قتل ہونے کے ایک دن بعد تک قید رہے جس دن سپاہ نے جس پر رانی کا اُس وقت تک بھی بڑا اقتدار تھا انہیں چھوڑا تاکہ وہ رانی کے سخت غم و اندوہ کو فرو کریں۔ چنانچہ وہ رانی کے ہمراہ قلعے میں واپس آگئے جواہر سنگھ اپنی چار بیویوں سمیت اسی شام کو جلایا گیا جس کی چتا پر مہارانی کی طرف سے دیوان دینا ناتھ موجود تھا۔ ان بدنصیب عورتوں کی جو لاش کے ساتھ جلائی جانے والی تھیں فوج نے بہت بے حرمتی کی۔ ان کے جواہرات چھین لئے اور نتھیں نوچ لیں۔ ہندوؤں میں ستی ہونے والی عورت بڑی متبرک سمجھی جاتی ہے اور جو الفاظ دم اخیر وہ کہے سمجھے جاتے ہیں کہ ضرور پورے ہونگے۔ دینا ناتھ اور دوسرے آدمی ان کے پاؤں پر گرے اور ان سے دعا چاہی۔ عورتوں نے دینا ناتھ مہارانی اور اُس کے بیٹے کو تو دعا دی مگر سکھ فوج کو بد دعا جب ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ پنجاب کا کیا حال ہوگا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسی سال کے اندر ملک کی آزادی چھن جائیگی اور خالصہ مغلوب ہوجائینگے سکھ سپاہیوں کی عورتیں بیوہ ہوجائینگی مگر مہاراجہ اور اُسکی والدہ دیر تک زندہ رہینگے اور خوش رہینگے۔ یہ الفاظ قابل قدر تھے۔ اگرچہ سچ تو یہ ہے کہ فوج آپ اپنی فلاکت و ہلاکت کی جانب جا رہی تھی اور کسی پیشین گو کو پیشین گوئی کرنے کی ضرورت نہ تھی ٭

اس کے بعد دیوان دینا ناتھ کو صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ اگر فوج ایسی ہی طاقتور اور مطلق العنان رہی جیسی کہ اس وقت تھی تو نہ تو اُس کی اپنی اور نہ کسی دوسرے شخص کی جو اعلےٰ عہدے پر ہے خیر

اس نے نئی جاگیریں حاصل کیں اور مہاراجہ شیر سنگھ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا رہا۔ یہ مہاراجہ* کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ اُس کو سندھانوالیوں نے قتل کر دیا۔ اور جب راجہ ہیرا سنگھ کو حکومت حاصل ہوئی تو دیوان دینا ناتھ سے زیادہ کوئی سرگرم اس کا اصلاح کار نہ تھا۔ جب ہیرا سنگھ نے اپنے چچا راجہ گلاب سنگھ سے جھگڑا کیا یا جھگڑا کرنے کا بہانہ کیا تو دیوان مع بھائی رام سنگھ اور شیخ امام الدین راجہ سے معاملات طے کرانے جموں گیا انکی سفارت بالکل کامیاب ہوئی اور یہ تینوں جموں سے راجہ گلاب سنگھ کے بیٹے میاں سوہن سنگھ کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لیکر آئے جسکو اسکے چچیرے بھائی ہیرا سنگھ نے جلدی ہی قتل کرا دیا۔ ہیرا سنگھ کی وفات پر جواہر سنگھ مہارانی جنداں کے فاسق و فاجر اور حقیر بھائی نے حکومت حاصل کی مگر دیوان دینا ناتھ اُس کے زمانے میں بھی اپنے منصب پر قائم رہا۔

شہزادہ پشاورا سنگھ کے قتل کئے جانے کے بعد فوج نے باغی ہو کر فیصلہ کر دیا کہ سردار جواہر سنگھ کو جس کی اشتعالک سے شہزادہ مذکور قتل ہوا ہے ہلاک کر دیا جاوے۔ اس سے سردار کو بڑا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس نے قلعے کو مقابلے کے واسطے آراستہ کیا اور ۱۹ ستمبر کو دیوان دینا ناتھ۔ عطر سنگھ کالیانوالہ اور فقیر نور الدین کو فوج کے منانے کے لئے بھیجا مگر ان سرداروں کے ساتھ فوج بہت حقارت سے پیش آئی اور عطر سنگھ

*۔ جب سندھانوالئے کمرے میں داخل ہوئے تو دیوان دینا ناتھ شیر سنگھ کے عین پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ جس گولی سے مہاراجہ قتل ہوا غالب تھا کہ دیوان دینا ناتھ بھی اُسکی ضرب سے زخمی ہو جاتا یا مارا جاتا اگر گھر گھیسٹا جو سندھانوالیوں کا ایک وکیل اور اس سازش کا رازدار تھا ایک ضروری بات کرنے کے بہانے سے اسے ایک طرف نہ لے جاتا۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

چلا گیا یہاں اس نے اپنے چھوٹے بھائی ہردا س کو بلا لیا اور بعد ازاں لکھنؤ میں مراجعت کرلی جہاں بہ زیادہ تر رہتا رہا۔ اس کے لڑکے دلارام نے نواب اودھ کے ہاں ملازمت کرلی مگر دربار میں کچھ سازشیں ہو جانے کی وجہ سے اس کو نوکری چھوڑنی پڑی۔ اس کے بعد اس نے سرکار انگریزی کی ملازمت اختیار کی اور ۱۷۹۱ء میں فوج کے ساتھ میسور کی طرف جا رہا تھا کہ بیمار ہو کر مرگیا۔ دینا ناتھ کو جس کا باپ بخت مل دہلی کے محکمہ سول میں ایک ادنےٰ عہدے پر ملازم تھا اس کے قریبی رشتہ دار دیوان گنگارام نے جو اس وقت دفتر سرکار لاہور کا افسر تھا ۱۸۱۵ء میں لاہور بلا لیا اور اپنے دفتر میں ملازم رکھ لیا جہاں اس نے اپنے فہم و ذکا اور کارگزاری سے بہت جلد ترقی کرلی پہلے پہل ۱۸۱۸ء میں ملتان کی فتح کے بعد اس نے نہایت عجلت اور صفائی سے اُن آدمیوں کی ایک فہرست بنا کر جو معاوضات کے مستحق تھے رنجیت سنگھ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا۔ تھوڑی مدت بعد اس نے صوبہ ملتان کے حسابات درست کئے جنہیں پہلا ناظم سکھدیال بہت خراب کر گیا تھا۔ ۱۸۲۶ء میں جب گنگارام فوت ہوا تو شاہی مُہر اس کی تحویل میں دی گئی اور ۱۸۳۴ء میں بھوانی داس کی وفات پر یہ محکمۂ سول اور مال کا افسر بنایا گیا۔ پھر ۱۸۳۸ء میں اس نے دیوان کا اعزازی خطاب حاصل کیا۔ رنجیت سنگھ کو دینا ناتھ کی کارروائی پر سب سے زیادہ اعتماد تھا اور مہاراجہ کے عہد حکومت کے اخیر سالوں میں اس کا اقتدار بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ ہر ایک ضروری موقع پر اس کی صلاح لی جاتی تھی اور اسے امرتسر۔ دینا نگر اور قصور کے علاقوں میں ۹۹۰۰ روپیہ مالیت کی جاگیریں عطا ہوئی تھیں۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ اور نونہال سنگھ کے عہد حکومت میں دینا ناتھ اپنے عہدے پر قائم رہا۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

یہ جرأت پیدا نہیں ہوئی کہ نتیجے کا خیال کئے بغیر حق پر چلے - وزیر مال کی حیثیت سے راجہ دینا ناتھ کی پالیسی دانشمندانہ اور فیاضانہ تھی اور سرکار انگریزی نے جو بنا انتظام محصول کا کیا اُس کے فوائد کو راجہ مذکور نے فوراً سمجھ لیا - ملک کے حالات سے اس کو بڑی واقفیت تھی اور یہ کارگزار بھی غایت درجہ کا تھا اگرچہ اس خواہش سے کہ اختیار اُس کے اپنے ہاتھوں میں رہے بجائے کام میں ترقی پیدا کرنے کے اُسے روک دیتا تھا - راجہ دینا ناتھ پکا دُنیادار - شائستہ اور عاقبت اندیش تھا - گو وہ کوئی فاضل آدمی نہ تھا مگر تعلیم و تربیت اچھی پائی تھی اور یورپینوں سے ایسی دلیری اور ظاہری صفائی کے ساتھ جو ایشیائیوں میں غیر معمولی ہے گفتگو کیا کرتا تھا کہ سامع کی طبیعت خوش ہو جاے +

راجہ دینا ناتھ کی نسبت رائے لگانے میں سختی نہیں کرنی چاہئے اسکے عیوب اس زمانے میں بھی یورپ کے بعض ممالک میں مدبرانہ نیکیاں سمجھے جائینگے - سکھ امرا میں سے جو مہاراجہ دلیپ سنگھ خورد سال کے حاضر باش درباری تھے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے خلوص نیت سے اپنے ملک کے نفع کے لئے کوشش کی ہو یا اُس کو بچانے کے لئے اپنا تھوڑا سا بھی نقصان گوارا کر لیا ہو - مگر راجہ دینا ناتھ اپنے ہمعصروں کے مقابلہ میں زیادہ صاف نیت نہ تھا تو کم سے کم اُن سے زیادہ اپنے ملک کی محبت تو رکھتا تھا +

راجہ دینا ناتھ کا خاندان اصل میں کشمیر سے آیا تھا جہاں شاہ جہاں کے عہد حکومت میں اس کے کچھ افراد دربار میں ملازم تھے - اور محمد شاہ کے عہد تک وہیں رہے جس زمانے میں کشن ناتھ کا بڑا لڑکا لچھی رام کشمیر کو چھوڑ کر لاہور آگیا اور یہاں ملازم ہو گیا - اس کے بعد ہی یہ دہلی

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

جن میں راجہ دینا ناتھ کے سرپرست اور کرمفرما ضائع ہو گئے گزرے مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔کئی اعلےٰ خاندان بنے اور بگڑ گئے مگر راجہ کو کبھی اُن کی تباہی سے ضرر نہ پہنچا۔ قتل اور خونریزی میں کبھی اُسکی جان خطرے میں نہ پڑی حالانکہ ضبطی جائداد و املاک اور حکماً لوٹ مار آئین حکومت میں داخل تھے مگر راجہ دینا ناتھ کی ثروت اور اقتدار میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہی۔ زیرکی اور دور اندیشی اُس میں اتنی تھی کہ جب اَور لوگوں کی نظروں میں پولیٹکل مطلع صاف نظر آتا تھا۔ اُس کو طوفان آنے کی علامت نظر آجاتی تھی اور وہ سمجھ لیتا تھا کہ فلاں فریق کو جو اس طوفان میں نقصان اُٹھائیگا یا فلاں دوست کو جو تباہ ہوجائیگا چھوڑ دے ایماندار آدمی بہت انقلابات میں مصئون نہیں رہا کرتے مگر راجہ دینا ناتھ جتنی بیوفائی کرتا تھا اُتنی اُس کو ترقی ہوتی تھی۔ وہ محب وطن تھا مگر اُسکی حب الوطنی ذاتی اغراض کے ماتحت تھی۔ اُس کو انگریزوں سے سخت نفرت تھی کیونکہ یہ لوگ اُس سے اور اُس کی سرکار سے زیادہ طاقتور تھے مگر اپنی اغراض کی وجہ سے مجبور تھا کہ اُن کی خدمتگزاری سامسن کی طرح سے کرے جو فلسطینوں کی نفرت کے باوجود خدمتگزار تھا مگر راجہ دینا ناتھ کو اپنے ڈھنگ پر وفاداری کرنی بھی آتی تھی اور اپنے دوست کا ساتھ اُس وقت تک دیتا تھا جب تک کہ اُسے خاص اپنے امن میں خلل آجانے کا اندیشہ نہ ہوجائے اور اُس دوست سے کنارہ کشی بھی کرتا تھا تو اپنی جان کے اندیشے سے نہیں بلکہ اپنی ثروت اور اقتدار کے تلف ہوجانے کے اندیشے سے۔ کیونکہ راجہ دینا ناتھ آدمی بہادر تھا اس میں اخلاقی قوت بھی بہت تھی مگر مذکورہ خیالات سے اُس میں کبھی

دیوان کیلاس ناتھ

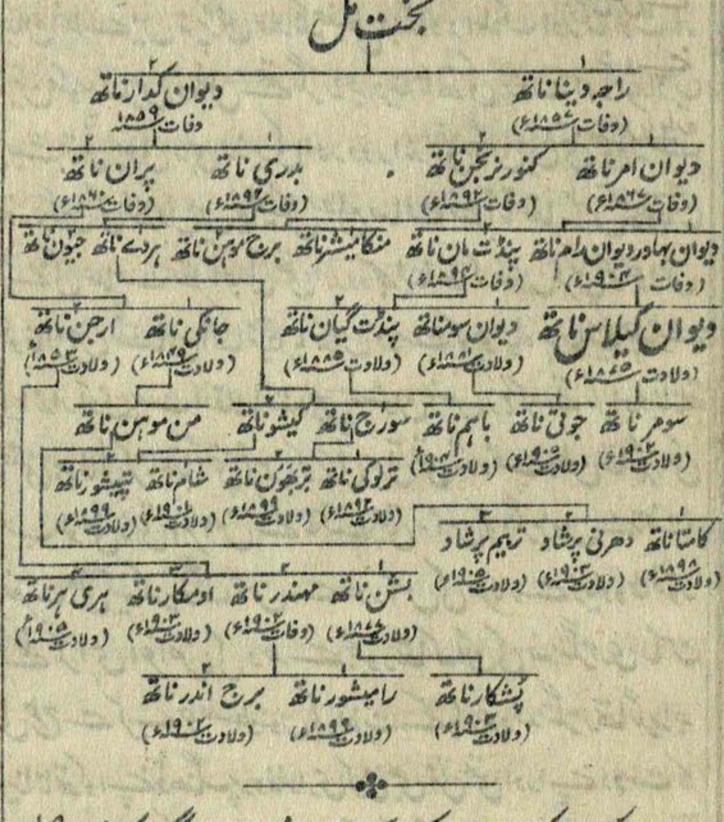

سکھوں کی سلطنت کے پچھلے زمانے میں جن لوگوں کو اقتدار حاصل ہوا اُن میں سے سب سے زیادہ مشہور راجہ دینا ناتھ تھا۔ اُس کی نسبت ٹیلرینڈ* پنجاب کا لقب خوب موزوں ہے اور اس کے سوانح اور حالاتِ زندگی یورپ کے مُدبّر موصوف سے بہت مشابہ تھے۔ اکثر انقلابات

* ٹیلرینڈ فرانس میں ایک بڑا مدبر وزیر تھا جو کئی انقلابات میں بنا رہا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲۵)

تیمور لنگ نے شیخ حیدر کے سپرد کیا تھا۔ مگر ڈی ہربلوٹ صاحب بہادر اپنی کتاب "ببلیو تھیک اوف اورینٹل" میں جو ۱۶۹۷ء کو شائع ہوئی تھی لکھتے ہیں کہ اس نام کی ابتدا اسمٰعیل سے ہے جس سے ایک خاندان شاہی کی بنیاد پڑی۔ اس نسل کے بادشاہ ۹۰۶ھ ہجری سے ایران میں سلطنت کرتے رہے اور انہوں نے اپنے سپاہیوں کو سُرخ ٹوپیاں پہننے کا حکم دیا تھا جس کے گرد ایک پگڑی بارہ پیچوں کی بارہ اماموں کے نام سے جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے جانشین تھے اور جن کی نسل سے بادشاہ مذکور تھے تعظیماً باندھی جاتی تھی ۔

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

اولاد سرکار انگریزی کی ایسی عقیدت سے خدمت گزاری کرتی رہی ہے
جس کی بالکل بے غرض صداقت میں مطلق شبہ نہیں۔ علی رضا خاں
سرکار انگریزی کی رعایا میں پیدا نہیں ہوا تھا مگر سارے ہندوستان
میں ایسا کوئی خاندان مشکل سے ملیگا جو گو احسانمندی کی وجہ سے یا
اپنا فرض سمجھکر سرکار انگریزی کا کتنا ہی دلدادہ کیوں نہ ہو مگر جس نے
سرکار موصوف کے واسطے ایسی شرافت کے ساتھ جان اور ہر شے کو
جس سے زندگی کا حظ حاصل ہو سکتا ہے خطرے میں ڈالا ہو۔ جب
تک کہ کابل کی پہلی لڑائی مع اُن سخت مصائب کے جن کے برابر مصائب
انگریزی فوج پر کبھی نہیں پڑے یاد ہیں اور جب تک ۱۸۵۷ء کے
مصائب و آلام اور فتح و نصرت انگریزی گھرانوں میں روزانہ قصے کے
طور پر رہینگے تب تک علی رضا خاں اور اس کے بہادر خاندان کا نام
تمام سچے انگریزوں کو احترام و احسانمندی کے ساتھ یاد رہیگا۔

نوٹ۔ قزلباشوں کا ابھی تک کابل میں بڑا رسوخ ہے جہاں یہ آٹھ یا دس ہزار کی تعداد میں ہیں۔ ان کا محلہ شہر کے جنوب و مغرب کی طرف بالکل علیحدہ چاروں طرف سے مضبوط ہے اور چانڈول کے نام سے مشہور ہے۔ کابل کا وزیر حال (مستوفی) قزلباش ہے۔ اس قوم کے آدمی اعلےٰ عہدوں پر ممتاز ہیں اور دوست محمد کی خود والدہ اس قوم کی ایک معزز عورت تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ ایران کابل کی سلطنت کو کمزور کرنے کے لئے اب قزلباشوں سے سازش کر رہا ہے۔ (دستخط۔ گرفن ۱۸۶۴ء)

قزلباش یعنی سرخ کلاہ ترکی لفظ ہے اور بعض اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ نام اُن ٹوپیوں کی وجہ سے پڑگیا جو اُن قیدیوں نے پہنی ہوئی تھیں جن کو

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

کیا گیا۔ ۱۹۰۲ء میں وہ ہز مجسٹی شہنشاہ کی تاجپوشی میں پنجاب کی طرف سے شامل ہونے کے لئے انگلستان گیا اور ۱۹۰۳ء میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے دہلی دربار میں شامل ہوا جہاں اسے سی-آئی-اِی کا خطاب عنایت ہوا۔ پھر ۱۹۰۴ء میں اسے گورنر جنرل کی لیجسلیٹو کونسل کا زائد ممبر نامزد کیا گیا۔ کئی دفعہ ثابت ہو چکا ہے کہ نواب فتح علی خاں سرکار انگریزی کا فرمانبردار اور وفادار ہے اور بالتواتر کئی وائسراؤں اور لفٹنٹ گورنروں نے اس کی تعریفیں کی ہیں۔ یہ تمام خیراتی کاموں میں دریا دلی سے چندے دیتا ہے اور اس کے فلاح خلائق کے جوش اور پنجاب کے مسلمان امرا میں ممتاز ہونے کی وجہ سے ہر ملت و مذہب کے لوگ اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں *

نواب ناصر علی خاں کا لڑکا محمد علی خاں آنریری مجسٹریٹ اور لاہور کی میونسپل کمیٹی کا وائس پریزیڈنٹ ہے۔ سردار بہادر محمد رضا خاں کا لڑکا سردار رضا علی خاں اپنے باپ کی خدمات کے صلہ میں ۲۰۰ روپیہ ماہوار پنشن پاتا ہے اور ڈویژنل درباری ہے۔ وہ کچھ عرصہ تک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہا اور ۱۸۸۰ء میں سرلیپل گرفن کے پولیٹیکل عملہ میں ممبر ہو کر صاحب موصوف کے ہمراہ کابل گیا۔ پراونشل سروس سے وستکش ہونے کے بعد اس نے میونسپل کمیٹی لاہور میں رہ کر بہت سے مفید کام کئے اور ۱۹۰۸ء میں درجہ دوم کا تمغہ قیصر ہند حاصل کیا۔ محمد اعظم خاں کا لڑکا علی حسین خاں بیرسٹر ایٹ لا اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے *

اس طرح اسّی برس سے زیادہ عرصہ سے علی رضا خاں اور اسکی

بیٹا ناصر علی خاں خاندانی املاک واقع اودھ کا مہتمم تھا۔ وہاں اسے
آنریری اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اور اس کی کارگزاری حکام کی مرضی کے
عین مطابق رہی ؀

۱۸۶۵ء میں علی رضا خاں کی وفات پر نواب کا خطاب اس کے
بیٹے نوازش علی خاں کو ملا اور یہ بھی اپنے باپ کا قابل جانشین ثابت
ہوا۔ اس نے اپنی ساری عمر رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کی اور امن و
آسائش کے اُن دنوں میں جو لڑائیوں کے بعد آئے اس نے اپنا وہ
نام پیدا کیا جو دیانت داری اور راست بازی کی وجہ سے امرائے پنجاب
کی صفِ اوّل میں داخل ہے۔ ۱۸۷۷ء میں یہ آنریری اسسٹنٹ کمشنر
مقرر کیا گیا اور تین سال تک لاہور کی میونسپل کمیٹی کا پریزیڈنٹ رہا۔
۱۸۸۵ء میں اسے سی۔ آئی۔ ای کا خطاب اور اس کے تین سال
بعد کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا۔ ۱۸۸۸ء میں یہ لیجسلیٹو کونسل کا
زائد ممبر نامزد کیا گیا اور اس سے ایک سال پہلے اسے رکھ تلیانہ ضلع
لاہور کے حقوق مالکانہ عطا کئے گئے۔ ۱۸۹۰ء میں سر نوازش علی خاں
کی وفات کے بعد نواب کا موروثی خطاب اس کے چھوٹے بھائی
ناصر علی خاں کو عطا کیا گیا جو خاندان کا بزرگ اور اپنے بھائی کی جگہ
پراونشل درباری ہوگیا۔ ناصر علی خاں پراونشل سول سروس میں پچیس
سال تک ملازم رہا اور ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا۔ اس کا جانشین اُس کا
بھتیجا فتح علی خاں ہوا جو نواب کا خطاب اور اپنے چچا کی جاگیرات
ورثہ میں حاصل کر کے خاندان کا بزرگ اور پراونشل درباری ہے۔
۱۸۹۷ء میں نواب فتح علی خاں پنجاب کی لیجسلیٹو کونسل کا ممبر نامزد

MINISTRY OF CULTURE GOVERNMENT OF INDIA

بھائی محمد رضا خاں اپنی بے خوف رجمنٹ میں شجاع ترین سپاہیوں میں تھا۔ مالوہ اور شمس آباد کے مقام پر یہ دو دفعہ زخمی ہوا اور دو گھوڑے اس کی ران کے نیچے مارے گئے۔ جہاں کہیں گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی وہیں بہادر محمد رضا خاں پایا جاتا تھا۔ لڑائی کے بعد اس نے اول درجے کا آرڈر آف میرٹ حاصل کیا۔ سردار بہادر کا خطاب لیا اور دو سو روپیہ کی علی الدوام پنشن حاصل کی۔ یہ لکھنؤ میں جہاں لڑائی کے تھوڑی مدت بعد رخصت پر گیا تھا رہ گرائے عالم بقا ہوا۔

علی رضا خاں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ تھا اور شہر میں لازمی طور پر اس کا بڑا رسوخ تھا جس کو وہ ہمیشہ بھلائی کرنے میں استعمال کرتا رہا۔ کابل سے یہاں آنے پر اسے ۵۰۰ روپیہ ماہوار اور اس کے بھائی محمد رضا خاں کو ۲۰۰ روپیہ ماہوار پنشن دی گئی تھی۔ غدر کے بعد اس نے بھرائچ اور اودھ کے ۱۴۷ مواضعات کی جن کی آمدنی ۱۵۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی تعلقداری حاصل کی۔ اس کو خان بہادر کا خطاب بھی دیا گیا اور اس کے متذکرۂ بالا بھتیجوں کو جنہوں نے ایام غدر میں ایسی اچھی خدمات کی تھیں سردار بہادر کے خطابات سے معزز کر دیا گیا۔ پھر اسکی وفات سے دو سال پہلے ۱۸۶۴ء میں اُسے موروثی نواب بنا دیا گیا۔

علی رضا خاں کے تین لڑکے تھے جن میں سے سب سے بڑا نوازش علی خاں ۱۸۴۸ء میں سکھ فوج کے باغی ہو جانے کے موقع پر میجر جی لارنس صاحب بہادر کے پاس پشاور میں تھا۔ یہ اخیر وقت تک صاحب موصوف کے ساتھ ہی رہا اور اس کی اس وفاداری کے سبب سے اس کا مکان اور جائداد جو پشاور میں تھے ضائع ہو گئے۔ تیسرا

کی لڑائی کے دوران میں وہ اپنے بھائیوں اور اپنی قوم کے ساتھ جبکے بہت سے رکن اسکے ہمراہ جلاوطن ہوئے تھے اور مدکی۔ فیروزشاہ اور سبراؤں کی لڑائیوں میں لڑے تھے جہاں اُن کے چار سوار مارے بھی گئے تھے مع ساٹھ سواروں کے انگریزی کیمپ میں شامل ہوا۔ ۱۸۴۶ء میں وہ میجر ایچ۔ لارنس صاحب بہادر کے ہمراہ کانگڑہ اور کشمیر گیا اور ۱۸۴۸-۴۹ء کے مفسدے کے دوران میں اس نے ایک سو سوار اپنے ہمشیرزادے شیر محمد کے ماتحت خدمات کے لئے مہیّا کئے۔ جون ۱۸۵۷ء میں جبکہ سرکار انگریزی کو نہایت سخت ضرورت تھی علی رضا خاں نے ایک رسالہ دہلی کے پاس خدمات کرنے کے لئے بھرتی کیا چونکہ اس کا لاہور میں رہنا ضروری خیال کیا گیا تھا اس لئے اس نے یہ رسالہ اپنے بھائیوں محمد رضا خاں اور محمد تقی خاں کے ماتحت کردیا۔ اس فوج کے بھرتی کرنے میں اس نے سرکار سے روپیہ اس واسطے نہیں مانگا کہ اُس وقت خود سرکار کو روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے روپیہ سے اور لاہور کی جائداد اور مکان رہن رکھکر فوج کا خرچ دیا اور اپنے بھائی کے علاوہ اپنے بھتیجوں عبداللہ خاں۔ محمد حسن خاں۔ محمد زماں خاں۔ غلام حسن خاں اور شیر محمد خاں کو بھی بھیجا۔ یہ فوج جو علی رضا خاں نے بھرتی کی تھی ہاڈسن صاحب کے مشہور رسالے کا ایک حصہ بن کر جہاں کہیں یہ بہادر فوج گئی لڑائیوں میں خدمات کرتی رہی اور اس کی دلاوری ہمیشہ نمایاں رہی۔

کھاسنی گنج کے مقام پر محمد تقی خاں بہادری سے لڑتا ہوا کئی باغیوں کو اپنے ہاتھ سے مارنے کے بعد مارا گیا۔ علی رضا خاں کا چھوٹا

CSL

ایجنٹ نے تفنے شاہ کو بہت سا روپیہ دیکر بھیجا کہ وہ کوشش کرکے صالح محمد خاں کو جو قیدیوں کو لے جانے والی جمعیت کا نگراں افسر تھا اپنی طرف بلالے اسی کے رسوخ اور صرف کثیر کی وجہ تھی کہ قیدی بچ کر جرنیل پولک کی امدادی فوج کے ساتھ شامل ہو سکے۔ جب اکبر خاں جرنیل مذکور پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا تو علی رضا خاں نے قزلباش رؤسا کو انگریزوں کی طرف کر دیا چنانچہ اُنہوں نے لڑائی سے پہلے ہی اکبر خاں کا ساتھ چھوڑ دیا اور شکست کھانے کے بعد بھی ان رؤسا کی دشمنی کے ڈر سے وہ واپس کابل نہ گیا بلکہ پہاڑی علاقہ میں سے ہوتا ہوا ترکستان بھاگ گیا۔

سرکاری افواج کی ہندوستان کی طرف واپسی پر علی رضا خاں اُنکے ہمراہ آیا اس کے افعال نے محمد اکبر خاں اور بارک زئیوں کو اُس سے سخت متنفر کر دیا تھا۔ اور کابل میں اس کی جان اب محفوظ نہ رہی تھی۔ اسکی جاگیریں (مالیتی ..... ۳۰ روپیہ) ضبط کر لی گئیں اس کے مکانات منہدم کر دئے گئے اور ان کے مصالح سے اکبر خاں نے اپنے واسطے دو مکان بنوا لئے تھے۔

الغرض یہ خشک اور بے مزہ تفصیل علی رضا خاں کی خدمات کی ہے جن سے پوری بے غرضی۔ شرافت اور مردمی پائی جاتی ہے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اور اپنی ثروت۔ حیثیت اور جائداد موروثی کھو کر علی رضا خاں تنہا جیسا کہ شایان مردمی ہے اُن کی حفاظت میں مستقل رہا جن کے ساتھ اُس نے دوستی کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اُس نے اور اسکے خاندان نے سرکار انگریزی کی ہندوستان میں بھی ویسی ہی خدمات کیں جیسی کہ اُنہوں نے افغانستان میں کی تھیں ستلج

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSI

اس قسم کی تھی جسے افغانستان میں "زرخرید" موروثی لیکن پابندِ خدماتِ فوجی کہتے ہیں۔ جب انگریزی فوج شاہ شجاع کے ساتھ پہلے پہل ۱۸۳۹ء میں کابل میں داخل ہوئی تو علی رضا خاں شہر میں بڑا با رسوخ ہونے کی وجہ سے محکمۂ کمسریٹ کا اعلےٰ مہتمم مقرر ہوا۔ اس عہدے پر رہ کر اس نے بے مثل انتظام کیا اور کسی لڑائی میں بھی رسد اور باربرداری کے بہم پہنچانے میں ناکامیاب نہیں رہا۔ جب سرکاری چھاونی کا مفسدوں نے محاصرہ کیا تو یہ انگریزوں کی طرفداری میں پکا رہا اور فوج والوں کے لئے خوراک اور پوشش مہیا کرتا رہا۔ پھر سرکاری افسر اور انکی بیویاں قید کرلی گئیں تو علی رضا خاں ان کے مصائب کو کم کرنے اور ان کو رہائی دلانے کے لئے سخت کوشش کرتا رہا۔ محمد شاہ خاں غلزئی کو جسکی حفاظت میں یہ قیدی تھے ۵۰۰ روپیہ ماہوار دینے کے علاوہ ماتحت افسروں کو بھی بایں غرض کہ وہ قیدیوں سے اچھا سلوک کریں اور اس کے نوکروں کو ان کے پاس کپڑے۔ نقدی اور سامان پہنچانے کی اجازت دیں رشوت دیتا رہا۔ یہیں اس کی ہمدردی ختم نہیں ہوگئی بلکہ اس نے فدیہ دیکر ایک سو ہندوستانی سپاہیوں کو بھی غلامی سے نجات دلائی اور دوسری انگریزی فوج کے کابل میں داخل ہونے تک انھیں اپنے گھر میں خفیہ طور پر چھپائے رکھا +

جب محمد اکبر خاں نے ان قیدیوں کو ہزارہ اور بامیان کے رستے سے کھلم کھلا بھیجا تو علی رضا خاں نے جس کا اس علاقے میں موروثی اقتدار قائم تھا رؤسائے ہزارہ کو رشوت دیکر ترغیب دی کہ وہ قیدیوں کو پہاڑوں کی طرف نہ لے جانے دیں نیز اس نے اپنے

جس پر وہ آٹھ سال تک ممتاز رہا۔ اس عرصے کے بعد کابل واپس جاکر اس نے ہدایت خاں کی شراکت میں خاندانی جائداد پر تصرف کیا اور دو لڑکے علی اکبر خاں اور علی جان خاں چھوڑ کر ۱۸۳۵ء میں فوت ہوگیا۔ بڑا لڑکا تھوڑے عرصے بعد ہی مرگیا اور علی جان خاں اپنے باپ کے حصۂ جاگیر کا وارث ہوا جو ابھی تک کابل میں اس کے قبضے میں ہے ؛

ہدایت خاں کا ۱۸۳۶ء میں انتقال ہوا۔ اور چھ لڑکے چھوڑے جن میں سب سے بڑے محمد حسن خاں نے وزیر فتح محمد خاں کے ماتحت ہرات میں خدمات کیں اور جب شہزادہ کامران نے اس کے آقا کی آنکھیں نکال دیں تو وہ خان ولی خاں اور شیر دل خاں کو قندھار پہنچانے گیا اور یہاں چند سال رہنے کے بعد اپنے چچا کے ساتھ کشمیر چلا گیا۔ کابل واپس پہنچ کر وہ اپنے بھائی علی رضا خاں کے ساتھ رہا اور افغانستان کی پہلی لڑائی کے دوران میں سرکار انگریزی کی اچھی خدمات بجالایا۔ دوسرا بھائی محمد حسین خاں محمد عظیم خاں کا بڑا منظور نظر تھا اور اس کے ماتحت کشمیر میں ایک اعلےٰ عہدے پر ممتاز تھا۔ محمد عظیم خاں کی وفات کے بعد حسین خاں کابل واپس آکے دوست محمد خاں کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ ۱۸۴۸ء میں وہ عرب کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے گیا جہاں کئی سال تک رہا۔ تیسرا بھائی حاجی محمد خاں تھا۔ یہ اس حبیب اللہ خاں کا وزیر تھا جو محمد عظیم خاں کی وفات اور دوست محمد خاں کی جانشینی کے درمیانی عرصہ میں کابل کا حکمران رہا تھا۔ دوست محمد خاں کی جانشینی پر وہ مکہ معظمہ چلا گیا اور واپس آکر علی رضا خاں کی معیت میں رہنے لگا۔ علی رضا خاں نے ہمیشہ اپنی موروثی جاگیر میں وقت گزارا جو

طاقت کو پامال و شکست کر دیا حصہ لیا - اس لڑائی میں علی خاں کی جو بہادری اور رعب و داب ظہور میں آئے اُن سے احمد شاہ کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور اس نے افغانستان واپس آ کر کوشش کی کہ اسے اس کی جاگیروں اور فوج کی حکمرانی سے محروم کر دے مگر علی خاں نے مقابلہ کر کے اپنی جاگیر وغیرہ قائم رکھی اور آخر کار احمد شاہ ناچار ہوا تو اسکے چند نوکروں کو روپیہ کا لالچ دے کر سنہ ۱۷۷۰ء میں اس کو مروا ڈالا علی خاں کا سب سے بڑا بیٹا گل محمد خاں اپنے باپ کی وفات پر صرف چھ سال کا تھا اس لئے علاقے میں بڑی ابتری پھیل گئی - علی خاں کی بیوہ نے اپنی حکومت چند سال تدبیر سے قائم رکھی مگر آخر کار یہ علاقہ کئی خود مختار اور جنگجو رؤسا میں تقسیم ہو گیا جو صرف تیمور شاہ سے نفرت کرنے میں متحد تھے - جو تخت کابل پر احمد شاہ کی جگہ متمکن ہوا تھا - جب علی خاں کے بیٹے جوان ہوئے تو انہوں نے بزور بازو اپنی جاگیر کا بہت سا حصہ دوبارہ حاصل کر لیا اور تیمور شاہ نے ان کو راضی رکھنا مصلحت سمجھ کر گل محمد خاں کو قندھار بلا بھیجا اور یہاں بہت کچھ عزت و تکریم کرنے کے علاوہ خطاب سرداری بھی عطا کر دیا ۔

علی رضا خاں کا باپ ہدایت خاں سنہ ۱۷۹۷ء میں شاہ زماں کے ہمراہ لاہور آیا اور کچھ مہینوں تک یہیں رہا - کابل میں واپس جا کر اس نے اسد خاں برادر امیر دوست محمد خاں سے اپنی املاک بدل لیں - سنہ ۱۸۱۳ء میں سب سے چھوٹا بھائی علی محمد خاں ۰۰ ہر فوج کے ساتھ وزیر فتح خاں اور اُس کے بھائی محمد عظیم خاں کے ہمراہ کشمیر کی مہم پر آیا جس میں اُن کو کامیابی ہوئی اور اس نے فوج میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

تھا جس نے صوبۂ شیروان سے ترکِ وطن کیا۔ اسی صوبے میں جو بحیرہ خزر کے مغربی سمت واقع ہے (اور اب روس کے علاقہ میں ہے) اس کا خاندان جو قزلباش ترک تھے رہتا اور حکومت کرتا تھا۔ جب نادرشاہ بادشاہ نے خلجیوں کو نکال دیا اور خراسان پر قبضہ کر کے سنہ ۱۷۳۸ء میں ہندوستان کی طرف آنے کی تیاری کی تو علی خاں اور دوسرے قزلباش عمائد کو جن کی نسبت اس کا یہ خیال تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں فسادات برپا کر دینگے اپنے ہمراہ لیتا آیا٭

علی خاں نادرشاہ کی ہندوستانی لڑائیوں میں خدمات کرتا رہا اور ہندوستان سے واپس جانے پر نادرشاہ نے اسے تو قندھار کا عامل مقرر کر دیا اور دوسرے قزلباش عمائد کو کابل اور پشاور میں حکومتیں دیں جن کی وجہ سے مملکتِ ایران کو بڑا فائدہ پہنچا کیونکہ ان مفسدہ پرداز قزلباشوں کے وہاں سے چلے آنے پر آٹھ سال یعنی اُس وقت تک کہ نادرشاہ مقتول اور احمد شاہ دُرّانی زورمند ہوا امن و امان رہا۔ احمد شاہ نے قندھار میں سنہ ۱۷۴۷ء میں تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا اور گو اسے قزلباش گروہ پر بالکل اعتماد نہ تھا مگر اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ انکا مقابلہ کر سکتا اس لیئے اس نے اس فرقہ کے اعلےٰ رئیسوں کو جاگیرات اور فوج کی افسری دے دی٭

علی خاں نے ہزارہ کا علاقہ حاصل کیا جو قندھار کے شمال میں تھا اور ایک طاقتور فوج کے ساتھ اِرد گرد کا ملک نواحِ ہرات تک فتح کر لیا۔ یہ احمد شاہ کے ہمراہ سنہ ۱۷۶۰ء میں اُس کے اخیر حملہ کے وقت ہندوستان آیا اور پانی پت کی اُس بڑی لڑائی میں جس نے مرہٹوں کی

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA
CSL

نواب فتح علی خاں قزلباش سی۔آئی۔ای

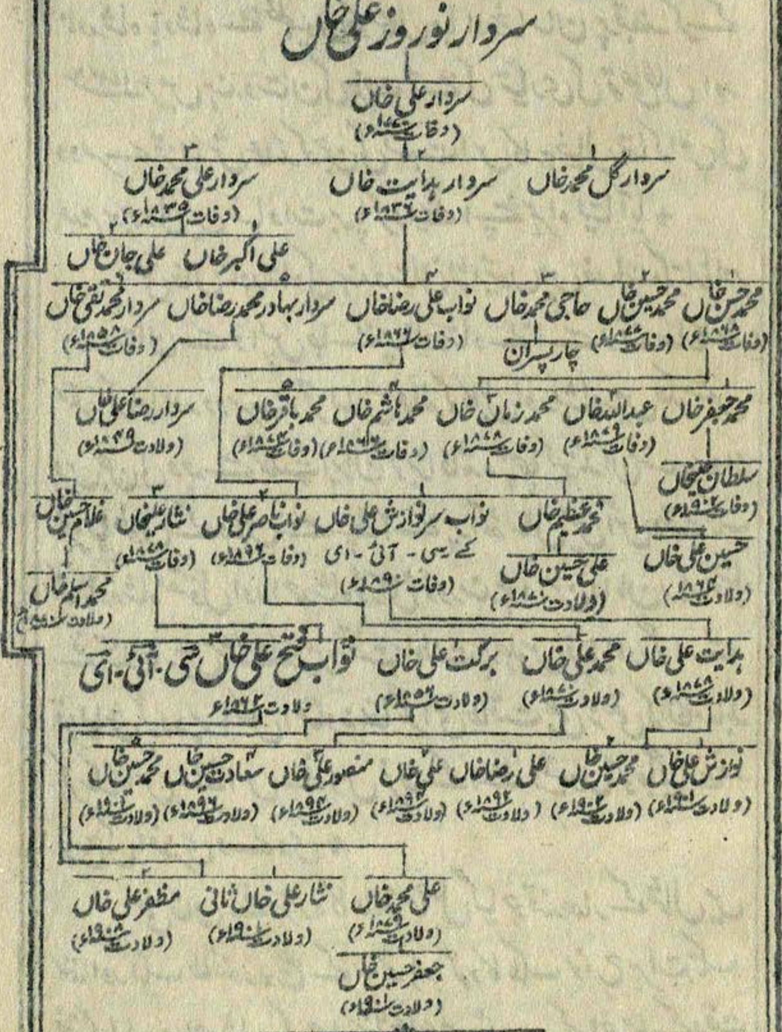

علی رضا خاں کا دادا سردار علی خاں اس خاندان میں پہلا شخص

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

خان بہادر سردار رضا علی خاں قزلباش رئیس لاہور

Sardar Raza Ali Khan Kazilbash of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE • GOVERNMENT OF INDIA
CSL

خان بہادر سردار محمدؐ علیؑ خاں قزلباش رئیس لاہور

Khan Bahadur Sardar Muhammad Ali Khan Kazilbash, of Lahore.

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

حاجی نواب فتح علی خاں قزلباش سی آئی ای رئیس اعظم لاہور

Haji Nawab Fateh Ali Khan Kazilbash, C.I.E., of Lahore.

جوڈیشل افسر کا کام بہت اچھی طرح سے کرتا رہا جسکے صلے میں ۱۸۹۲ء میں اسے سردار بہادر کا خطاب عطا کیا گیا۔ ۱۸۸۴ء میں وہ لاہور کے ڈسٹرکٹ بورڈ کا اور ۱۸۸۸ء میں میونسپل کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا ؞

سردار نرندر سنگھ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوا اس کے اکلوتے بیٹے بکرام سنگھ نے خطاب سرداری اور پراونشل درباروں میں موروثی کرسی حاصل کی۔ سردار بکرام سنگھ امرتسر میں رہتا ہے جہاں وہ آنریری مجسٹریٹ اور سول جج درجۂ اول ہے ؞

GSL

ہو گیا جس کا چار سال کے بعد صرف اُس وقت انفصال ہوا جبکہ سر چارلیس ایچیسن نے بہ حیثیت لفٹنٹ گورنر اس معاملے میں مداخلت کی۔ دونوں فریقوں نے ایک صلح نامہ جو ایک عہدنامہ کے طور پر بنایا گیا تھا لکھا جس پر لفٹنٹ گورنر اور سکرٹری گورنمنٹ نے گواہیاں ثبت کیں اور جو ڈسٹرکٹ جج لاہور نے جس کی کچہری میں سردار نرندر سنگھ نے جائداد کا حصہ لینے کے لئے دعوٰے دائر کر رکھا تھا باقاعدہ طور پر منظور کیا۔ ان دونوں کو آپس میں ایک دوسرے کا حق ماننا پڑا۔ راجہ ہربنس سنگھ کو باقاعدہ طور پر تیج سنگھ کا متبنٰے تسلیم کیا گیا اور چچا یعنی ہربنس سنگھ کو نرندر سنگھ کے جائز وارث ہونے کا کوئی اعتراض نہ رہا۔ ہربنس سنگھ نے نرندر سنگھ کو امرتسر اور ہردوار کے ۵۶۰۰۰ روپیہ کی ملکیت کے مکانات امرتسر اور لاہور کے ۳۴۵۰۰ روپیہ کی مالیت کے باغ دئیے۔ موضع گمٹالہ ضلع امرتسر کی زرعی اراضی جس کی سالانہ آمدنی ۲۹۱۵ روپیہ تھی اور ضلع گوجرانوالہ کی ۱۵۰۰۰ روپیہ کی مالیت کی رکھیں دیں۔ مزید براں راجہ کو ۳۵۰۰۰ روپیہ نقد بھی اپنے بھتیجے کو دینا پڑا۔ معاملے کے ہر پہلو کو ملحوظ رکھکر کہا جاسکتا ہے کہ سردار نرندر سنگھ کے لئے اپنا مقدمہ ثالثوں کے ہاتھ میں دینے سے افسوس کرنے کی کوئی وجہ نہ رہی اور راجہ ہربنس سنگھ بھی غالباً خوش تھا کہ اُس کے بھتیجے کے حقوق کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو گیا۔

سردار نرندر سنگھ نے تین شادیاں کیں اور اُس کی دوسری بیوی کے بطن سے ۱۸۸۶ء میں اُس کے ہاں ایک لڑکا ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں سردار مذکور کو فوجداری اور دیوانی اختیارات دئیے گئے اور بہ آنریری

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

اس نے راجہ کا خطاب جو خاندان میں موروثی ہے حاصل کیا ؎

راجہ کیرتھی سنگھ کے جانشین ہونے پر خاندانی جاگیر پھر ایک دفعہ کورٹ آف وارڈ کے تحت میں رکھی گئی اور انتظام میں کفایت کو مدِنظر رکھا گیا چنانچہ ۱۹۰۷ء کے ختم پر سوا چھ لاکھ روپیہ کے قرضے ادا کر دیئے گئے تھے - ۲۷،۰۰۰ روپیہ کے باقی قرضے اُمید ہے کہ آیندہ پانچ سال میں ادا ہو جائینگے ؎

راجہ کیرتھی سنگھ ۱۹۰۶ء میں اچانک لاولد فوت ہو گیا - اس کا چھوٹا بھائی راجہ فتح سنگھ جاگیر اور درباروں میں خاندانی کرسی پر اسکا جانشین ہوا ہے - جاگیر ابھی تک کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے اور جاگیر کے علاوہ غیر منقولہ جائداد متوفی راجہ کی بیوہ اور اُس کے دو بھائیوں کے درمیان تقسیم ہو گئی ہے ؎

وہ جاگیر جو راجہ تیجا سنگھ کے خاندان کے قبضے میں تھی ۵۶۱۱۲ روپیہ سالانہ کی مقرر کی گئی تھی جس میں سے ۴۴۳۷ روپیہ کی رائے مول سنگھ کو اور ۴۴۰۰ روپیہ کی سردار بہادر سردار نرندرا سنگھ کو دی گئی تھی باقی ماندہ راجہ ہربنس سنگھ کے پاس رہی تھی - یہ حصے گورنمنٹ نے آخری دفعہ ۱۸۷۳ء میں دس سال سے زیادہ کی خط وکتابت کے بعد مقرر کئے - ۱۸۶۰ء میں سردار نرندر سنگھ کے پیدا ہونے پر راجہ ہربنس سنگھ کے دل میں بُرے خیالات پیدا ہو گئے جو کئی سال تک اپنے بھتیجے نرندر سنگھ کے تیج سنگھ کا جائز لڑکا ہونے یا جائداد کے کسی حصہ پر اُس کا حق ہونے سے انکار کرتا رہا - سردار نرندر سنگھ نے انبالہ وارڈ سکول میں تعلیم پائی - ۱۸۸۱ء میں جب وہ بالغ ہوا تو چچا کے ساتھ تنازعہ شروع

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

امرتسر میں فوت ہوئی جو کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں کر دی گئی ہے
یہ تجویز ہے کہ یہ جائداد ندھا بھر اور رام لال کی اولاد میں برابر تقسیم
کر دی جائے اور اس تجویز سے راجہ ہربنس سنگھ متوفی کے لڑکے تمام جائداد
کا چوتھا حصہ حاصل کرینگے ٭

راجہ ہربنس سنگھ اپنے بڑے بھائی تیج سنگھ کی وفات پر لاہور کے
ڈسٹرکٹ کورٹ کا وارڈ بنا دیا گیا - ساری جائداد خاندان کے ایک پرانے
نوکر رائے مول سنگھ کے انتظام میں آگئی جو گوجرانوالہ کا ایک کھتری تھا اور
بعد ازاں لاہور میں آنریری مجسٹریٹ رہا تھا - اس کی وفادارانہ خدمات کا
صلہ اس طرح ملا کہ ۱۸۶۷ء میں جب اس نے جائداد راجہ ہربنس سنگھ کے
حوالے کی جس کی عمر ۱۸ سال کی ہو گئی تھی تو اسے ۱۰۰۰ روپیہ کا خلعت
اور گورنمنٹ کی طرف سے شکریہ کی ایک بڑی اچھی چٹھی دی گئی -
اس نے جائداد کا بہت کامیابی کے ساتھ انتظام کیا تھا یعنی اس نے وہ
بھاری قرضہ ادا کیا جس کا راجہ تیجا سنگھ نے جائداد پر بوجھ ڈال رکھا تھا
اور راجہ ہربنس سنگھ کی شادی اور دوسری رسومات کا خرچ بھی نکالا -
اراضیات باغ اور رکھ کی آمدنی کو چوگنا کر دیا اور نوجوان راجہ کو ۷۵۰۰۰
روپیہ کی معقول رقم بچا کر بھی دے دی مگر یہ رقم جلدی اڑا دی گئی اور اسکے
بعد بالکل تھوڑے عرصے میں جائداد پر بہت سا قرضہ ہو گیا - ہربنس سنگھ
کو لائق معلموں اور عمدہ تربیت کے ذریعے پنجاب کے امرا میں اعلیٰ درجہ
حاصل کرنے کا پورا موقع ملا - وہ بڑا خوش اخلاق آدمی تھا مگر بعض باتوں
میں وہ امیدیں بر نہ آئیں جو اس کی نسبت تھیں - ۱۹۰۰ء میں اس کا انتقال
ہوا اور اس کا بڑا بیٹا کیرتی سنگھ اس کی جگہ پراونشل درباری ہوا اور

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

سندھانوالیہ۔ دیوان اجودھیا پرشاد اور دیوان شنکر داس شامل تھے اور جائداد کی تقسیم شافی طور پر ہوگئی ✦

۱۸۸۱ء میں سردار بھگوان سنگھ چالیس برس کی عمر میں امرتسر میں فوت ہوا۔ اس کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اس کی بیوہ نے ایک متبنّیٰ وارث بنا لینے کی اجازت مانگی مگر گورنمنٹ نے یہ معلوم کرکے کہ سردار مرحوم نے کبھی ایسی خواہش ظاہر نہیں کی تھی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ بھگوان سنگھ کی موت جبکہ وہ بالکل تندرست تھا اچانک ہوئی اور اس کی بیوہ کے بیان کے بموجب یہ فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے اپنے ہاں اولاد ہونے سے ناامیدی ہوگئی تھی۔ اسکے قبضے میں ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی جاگیرات حین حیات اور ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ کی علی الدّوام جاگیریں تھیں۔ چونکہ اس کا کوئی جائز نرینہ وارث نہ تھا اس لئے تمام جاگیرات گورنمنٹ نے ضبط کر لیں مگر اس کی بیوہ اور پرانے ملازموں کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کیا گیا یعنی ۱۰۰۰ روپیہ کا سالانہ وظیفہ بیوہ مذکور کی حین حیات کے لئے دیا گیا اور اُسے اجازت دی گئی کہ اپنے متوفی خاوند کے چند مکانات اور باغات پر جو گورنمنٹ نے اسی غرض کے لئے ۱۰۰۰ روپیہ خرچ کرکے خریدے تھے بغیر کسی کرایہ دینے کے قبضہ رکھے۔ سردار مرحوم کے پندرہ پُرانے نوکروں نے حین حیات کے لئے ۳۲۲۰ روپیہ کی سالانہ پنشنیں حاصل کیں۔ سردار کا قرض اُتارنے کا جو ۲۰۰۰۰ روپیہ سے زیادہ تھا یہ انتظام کیا گیا کہ قرض خواہوں کے پاس سردار کی ذاتی جائداد جس کی آمدنی ۳۸۰۰ روپیہ سالانہ تھی مکفول کر دی گئی۔ بیوہ رانی کرپا دیوی ۱۹۰۶ء میں بہت سی جائداد غیر منقولہ چھوڑ کر

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

GSL

بنایا گیا اور ڈپٹی کمشنر کے اختیارات دیئے گئے ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ پنجاب کی سفارش پر گورنمنٹ عالیہ نے دو ثلث اس کی جاگیر میں سے اور چھٹا حصہ بھگوان سنگھ کی جاگیر کا علے الدوام واگزار کر دیا ÷

۱۸۵۹ء میں راجہ کے گھر کرم کور کے بطن سے جو اسکے چچیرے بھائی کشن سنگھ کی بیوہ تھی اور جس کے ساتھ اس نے ۱۸۵۷ء میں شادی کر لی تھی ایک لڑکا پیدا ہوا مگر اس نے اس سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی ہربنس سنگھ کو جو اس کی دوسری ماں کا بیٹا تھا اور ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوا تھا متبنےٰ کر لیا تھا ÷

راجہ تیج سنگھ چھاتی کی بیماری سے ۲ دسمبر ۱۸۶۲ء کو لاہور میں فوت ہوا۔ اس کی زندگی کے خاکے سے جو اوپر دکھایا گیا ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کس قابلیت اور سیرت کا آدمی تھا۔ اگر یہ کسی کمتر درجہ کا آدمی ہوتا تو بہت تعریف کے قابل ہوتا کیونکہ اس میں کوئی نمایاں برائیاں نہ تھیں اور اتنی ہی نیکی اس میں تھی جتنی دُنیا کے اور آدمیوں میں ہوتی ہے مگر یہ زمانے کے انقلاب کو برداشت کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس میں نہ تو جرات تھی نہ لیاقت تھی اور اسے جو ریاست میں اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ مہاراجہ کے بعد اوّل درجہ کا آدمی ہی ہو گیا اس کا باعث صرف یہ تھا کہ اُس کی لیاقت سے اُس کی قسمت اچھی تھی ÷

سردار بھگوان سنگھ کی جاگیر راجہ تیج سنگھ کی جاگیرات سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئی اور اس کی بابت ان میں مدت تک جھگڑے ہوتے رہے۔ راجہ تیج سنگھ کی وفات کے بعد گورنمنٹ نے ایک کمیٹی مامور کر دی جس میں راجہ سر صاحب دیال کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سردار شمشیر سنگھ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

سکھ سردار اس سے ناراض تھے جو اس کو نو دولت اور دغاباز سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ کونسل میں اس کو کسی قسم کی جرأت نہیں اور میدانِ جنگ میں تو اس کو قابل مضحکہ سمجھتے تھے۔ دربار میں اس کی اتنی وقعت کا ان سرداروں کو اس قدر حسد تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اگر راجہ تیج سنگھ خیر خواہ رہا تو اُس کو کچھ استحقاقِ تعریف نہیں ہے کیونکہ اگر کسی طرف بھی وہ نمک حرامی کرتا تو ضرور تباہ ہو جاتا مگر خطرے کے اوقات میں نیت پر خیال نہیں ہوتا۔ بے شبہ راجہ کے کام وفادارانہ تھے اور اُس کی امداد سرکار انگریزی کے لئے بیش قیمت تھی ◆

پنجاب کے الحاق کے موقع پر راجہ تیج سنگھ اور سردار بھگوان سنگھ کی جو جمعدار کا ایک ہی پس ماندہ بیٹا تھا (کشن سنگھ لڑائی کے بعد سبراؤں کے مقام پر ڈوب گیا تھا) ذاتی جاگیریں جن کی مالیت ۱٬۵۲٬۷۷۹ روپیہ تھی حین حیات کے لئے مستقل طور پر اس طرح دیدی گئی تھیں کہ راجہ کو ۹۲٬۷۷۹ کی اور بھگوان سنگھ کو ۶۰٬۰۰۰ روپیہ کی۔ ان دونوں کے حصوں میں بالترتیب ۲۰٬۰۰۰ روپیہ کی علی الدوام جاگیر تو راجہ تیج سنگھ کے ورثا کو اور ۷٬۵۰۰ روپیہ کی بھگوان سنگھ کے ورثا کو ملتی۔ الحاق کے بعد راجہ سکھ فوج کے توڑنے اور نئی سکھ فوج کے بھرتی کرنے میں بڑا مفید ثابت ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں اس نے رسالے کے بھرتی کرنے میں بڑی امداد دی اور اُس وفاداری کے عوض جو اس نے اُس وقت میں کی تھی اس کو ایک ہزار روپیہ کا خلعت عطا ہوا۔ ۱۸۶۱ء میں اس کی منتشر جائداد یکجا کر دی گئی اور اُس کے عوض میں بٹالے کا علاقہ دیدیا گیا اور اس کا خطاب بھی بدل کر راجہ بٹالہ کر دیا گیا۔ نیز اسکو جاگیردار مجسٹریٹ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

سے ہٹا کر شیخوپورہ کے قلعہ میں بھیج دیا گیا جہاں وہ آخری مرتبہ پنجاب سے علیحدہ کئے جانے تک نظر بند رہی۔ اس سال کے شروع میں صاحب رزیڈنٹ اور راجہ تیج سنگھ کو قتل کر دینے کی ایک سازش ہوئی جس کی اگر مہارانی بانی نہ تھی تو شریک ضرور تھی۔ اس فساد میں جو سازش پاریما کے نام سے مشہور ہے کوئی سردار شامل نہ تھا اور اس کو عمل میں لائے جانے کا قصد نہیں کیا گیا۔ ۲۶ نومبر ۱۸۴۷ء کو راجہ تیج سنگھ کو اجلِ دیدارہ نزل بدھ، مبارز الملک، صمصام الدولہ راجہ تیج سنگھ سالار صفدر جنگ راجۂ سیالکوٹ کا اعزازی خطاب ملا۔

۱۸۴۸-۴۹ء کے مفسدے کے دوران میں راجہ تیج سنگھ سرکار انگریزی کا خیر خواہ رہا۔ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ وہ اور سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ دونوں یقینی طور پر جانتے تھے کہ فساد ہوگا اور اسکے برپا ہونے کے تھوڑا عرصہ پہلے راجہ تیج سنگھ چاہتا تھا کہ کچھ عرصے کے لئے پنجاب چھوڑ جائے مگر پھر یہ ارادہ ترک کر دیا۔ راجہ کو کسی طرح مفسدوں سے شرکت نہ تھی۔ راجہ شیر سنگھ اٹاری والے یا اس کے باپ سردار چتر سنگھ سے جن کی علانیہ غرض یہ تھی کہ مہارانی کو جو تیج سنگھ کی دشمن جانی تھی پھر سلطنت پر بحال کرائیں اس کا سلوک نہ تھا۔ اگر مہارانی کو پھر حکمرانی نصیب ہوتی تو راجہ کی موت یا اس کی جائداد کی ضبطی یقینی تھی۔ علاوہ ازیں تمام پنجاب میں صرف راجہ تیج سنگھ ایک شخص تھا جس کو من کل الوجوہ قناعت تھی یہ بڑا متمول تھا۔ اسے راجہ اور کونسل کا پریزیڈنٹ بنا دیا گیا تھا اور جملہ سکھ امرا میں سے اس کا رتبہ برتر ہو گیا تھا اور صرف ایک انقلاب ہی سے اس کو مضرت پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اکثر وہ

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA

CSL

لگائے اور ظاہر کیا کہ ہم محض اس کے حکم کی تعمیل کرنے والے تھے مگر یہ بات اچھی طرح سے معلوم تھی کہ جو کچھ حق رسی ہوتی تھی خواہ براہ راست یا بواسطۂ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعے ہوتی تھی اور اگر صاحب رزیڈنٹ نہ ہوتے تو مواجب کا بقایا بھی کسی کو نہ ملتا اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کونسل کے دو رکن اعلیٰ اپنی توقع سے بھی کہیں زیادہ قابل الزام ٹھہرتے +

۷ راگست ۱۸۴۷ء کو سردار تیج سنگھ کو سیالکوٹ کا راجہ بنایا گیا اور اس شہر کا قلعہ قریبی مواضعات کے ساتھ جن کی جمع ۲۸۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی دئے گئے مہارانی کو برٹش رزیڈنٹ اور تیج سنگھ دونوں سے سخت نفرت تھی۔ اوّل الذکر سے اس واسطے کہ اُس نے (معاملاتِ سلطنت میں) مہارانی کا رسوخ نہیں رہنے دیا تھا اور آخر الذکر سے اس باعث کہ وہ صاحب رزیڈنٹ کی مصلحت اندیشی کی تائید کرتا تھا اس لئے اُس نے تیج سنگھ کی گدی نشینی کے دن اس کی بے عزّتی اور توہین کرنے کا پہلے ہی انتظام کر رکھا تھا یعنی مہاراجہ خوردسال کو سکھا دیا تھا کہ عطائے منصب راجگی کے وقت اُسے کیا کارروائی کرنی چاہیئے؛ چنانچہ جب تیج سنگھ اپنی پیشانی پر زعفران کا ٹیکا (جو راجہ ہونے کی ایک علامت تھی) لگوانے کے لئے آگے بڑھا تو بادشاہ خوردسال پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ہاتھوں کو بغلوں میں دبا کر اس رسم کے ادا کرنے سے انکار کر دیا اس پر صاحب رزیڈنٹ نے بھائی ندھان سنگھ کو جو سکھوں کا مذہبی افسر تھا اور مہاراجہ کا قائم مقام تھا اس رسم کی ادائیگی کا حکم دیا مگر یہ توہین تیج سنگھ کے دل میں اُتر گئی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ مہارانی کو انتظام سلطنت سے سخت نفرت ہے چنانچہ اُس کو نہایت تعجیل کے ساتھ لاہور

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
GSL

کی لالچی اور کمینہ طبیعت نے اُن کے دل میں اُس کی طرف سے نفرت پیدا کر دی تھی اور ان کو اُس کی دیانت داری پر مطلق اعتبار نہ تھا مگر چونکہ تیج سنگھ اس مہم پر آخر کار روانہ ہو گیا تھا لہٰذا اس نے جُرأت اور چستی سے کام کیا۔ یکم اکتوبر کو اس کی فوج لاہور سے روانہ ہوئی اور ۱۶ کو نوشہرہ پہنچی اس عرصے میں اس نے راوی اور چناب کو عبور کیا اور ایکسو پچیس میل سفر کیا جس میں سے اخیر کے پچیس میل ایک دشوار گزار پہاڑی سڑک تھی۔ امام الدین نے علانیہ مقابلہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور یکم نومبر کو صاحب رزیڈنٹ کے کیمپ میں آگیا۔ سکھ فوج کو بھی اب چونکہ اور کوئی کام نہ تھا اس لئے یہ بھی لاہور واپس آگئی۔ اس مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ لال سنگھ پر مقدمہ کر کے اُس کو معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ عارضی انتظام کے طور پر سرداران تیج سنگھ اور شیر سنگھ اٹاری والا اور دیوان دینا ناتھ اور فقیر نورالدین کو دوسرے انتظام ہونے تک انتظام سلطنت کرنے کے لئے کونسل کے طور پر مقرر کر دیا گیا۔ ۱۶ دسمبر کو کونسل آف ریجنسی بنائی گئی جس میں سردار تیج سنگھ کو پریذیڈنٹ اور سرداران شمشیر سنگھ سندھانوالیہ۔ رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ۔ شیر سنگھ اٹاری والہ۔ عطر سنگھ کالیانوالہ دیوان دینا ناتھ۔ فقیر نورالدین اور بھائی ندھان سنگھ بطور ممبران شامل تھے۔

کونسل کے ممبروں کو خاص خاص کام سپرد ہوئے۔ سردار تیج سنگھ کونسل میں رکن اعلیٰ تھا اور فوج کا سب سے اعلیٰ حاکم تھا۔ دیوان دینا ناتھ وزیر صیغہ مال تھا اور سردار شیر سنگھ کو شاہی خانہ داری کے امور کا اہتمام سپرد تھا۔ سردار تیج سنگھ اور دیوان دینا ناتھ دونوں کی ذمہ واری نازک تھی۔ انہوں نے جہاں تک ہو سکا تمام الزام میجر لارنس برٹش رزیڈنٹ پر

MINISTRY OF CULTURE · GOVERNMENT OF INDIA
CSL

وحشی اور سرکش فوج کو چھوڑ کر اس کے میدان جنگ سے بھاگ جانے پر کون تعجب کر سکتا ہے؟ وہ یقیناً غنیم سے اتنا خوف نہ کھاتا تھا جتنا اپنے آدمیوں سے ڈرتا تھا +

تیج سنگھ بزدل ڈرپوک اور بے استقلال آدمی تھا مگر دغاباز نہیں تھا۔ اس میں نہ اتنی دلیری تھی نہ اتنی لیاقت کہ دیوانی فوج سکھ پر اس کا کوئی اثر ہوتا مگر اُس نے راجہ لال سنگھ کی طرح یہ نہیں کیا کہ پہلے فوج کو دیوانگی کے درجہ تک برانگیختہ کر دیا پھر اُن کے حالات ظاہر کر کے اُن کو تباہ کروا ڈالا۔ یہ قصے کہ اُس نے سبراؤں کے مقام پر سکھوں کی فوج کی واپسی کو روکنے کے لئے پُل کی ایک کشتی ڈبوئی تھی اور اپنے ہی آدمیوں پر گولہ باری کی تھی ذراسی شہادت سے بھی ثابت نہیں ہوئے حالانکہ ان کی صداقت کے ثبوت بہم پہنچانے کی ہر ایک طرح کوشش کی گئی وہ سب بالیقین اس کے بعض دشمنوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں +

صلح ہو جانے کے بعد سردار تیج سنگھ کو پرانی فوج کے برطرف کرنے اور نئی فوج بھرتی کرنے کا بہت سا کام رہا اور اُس کی کارروائی لاہور کے برٹش گورنمنٹ کے ایجنٹ کی مرضی کے مطابق عمل میں آئی ستمبر ۱۸۴۶ء میں تیج سنگھ کو سرداران شیر سنگھ اور منگل سنگھ اور جرنیل کاہن سنگھ مان اور جرنیل لال سنگھ مُراریا کے ہمراہ اس کی مرضی کے بالکل خلاف شیخ امام الدین کی بغاوت فرو کرنے کے لئے کشمیر جانے کا حکم ہوا۔ پہلے اس نے اپنی بیماری کا عذر کیا مگر آخر کار فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس مہم سے صرف تیج سنگھ ہی ناراض نہ تھا بلکہ قریب قریب تمام دوسرے سردار بھی اسکی طرح راجہ لال سنگھ کی ماتحتی میں کام کرنا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ راجہ لال سنگھ